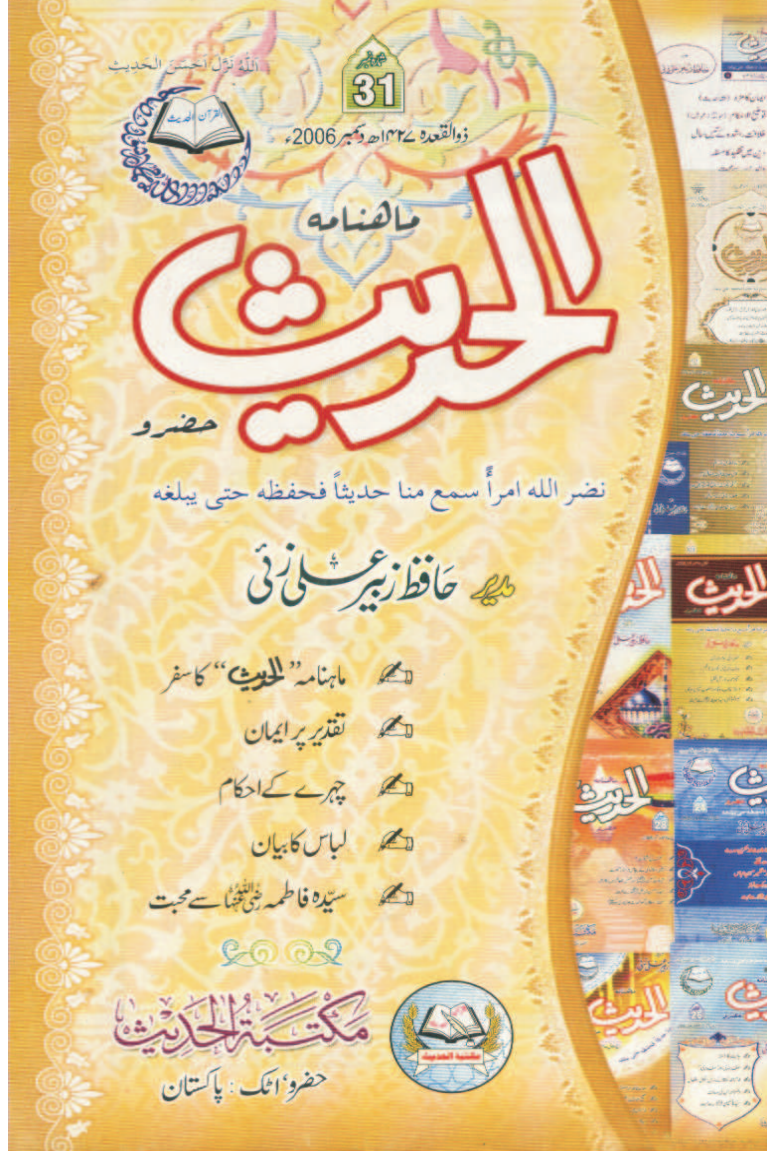


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 3:53:18 AM, 3/26/2015



حافظ زبیر علی زئی

کلمۃ الحديث

ماہنامہ الحديث کا سفر

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الأمين. أما بعد:
تمام حمد وثنا للدرر العالمين کے لئے ہے جس کے فضل و کرم سے ماہنامہ الحديث
حضور کی تیسری جلد کا آخری شمارہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس عظیم سفر کا آغاز جون
۲۰۰۴ء بمطابق ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ میں ہوا۔

راقم الحروف نے کلمۃ الحديث میں لکھا تھا کہ ”...درج ذیل اصول اور مقاصد کو ہمیشہ
پیش نظر رکھا جائے گا۔ إن شاء الله العزيز

- ① قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری
 - ② سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
 - ③ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
 - ④ صحیح و حسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
 - ⑤ اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
 - ⑥ علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
 - ⑦ مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
 - ⑧ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مد نظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
 - ⑨ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
 - ⑩ قرآن و حدیث کے ذریعے اتحاد امت کی طرف دعوت“ (ماہنامہ الحديث حضور: ۵)
- الحمد للہ ان اصول و مقاصد پر ہم نے پورا اُترنے کی کوشش کی ہے۔ علمی و تحقیقی حلقوں
میں ماہنامہ الحديث کو زبردست پذیرائی حاصل ہوئی اور اہل علم نے تحریری و زبانی حمایت کر
کے ہمارے عزم و ارادے کو اور مضبوط کر دیا۔

ماہنامہ الحدیث کے بارے میں پروفیسر مولانا ابو حمزہ سعید مجتبیٰ سعیدی صاحب لکھتے ہیں:
”یہ مجلہ واقعی ”بقا مت کہتر و بقیمت بہتر“ کا مصداق ہے۔ آپ کے مقالات، فقہ الحدیث
اور توضیح الاحکام خصوصاً اہمیت کے حامل ہیں۔ باقی مضامین کی اہمیت و افادیت سے بھی
انکار نہیں۔“ (خط مورخہ ۱۷ جون ۲۰۰۶ء)

اکیس مہینوں کے اس سفر میں مختصر صحیح نماز نبوی، نزول مسیح حق ہے، جنت کا راستہ،
نور المصابیح فی صلوٰۃ التراويح، نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کا حکم، دین میں تقلید کا
مسئلہ، شعائر اصحاب الحدیث، یمن کا سفر، اتباع کتاب و سنت، اتباع اور تقلید میں فرق، صحیح
بخاری پر منکرین حدیث کے حملے، امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کرام کی نظر میں اور
اہل حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع جیسی عظیم الشان کتابیں شائع کی گئیں۔ احسن الحدیث
(تفسیر قرآن مجید) فقہ الحدیث (اضواء المصابیح، تخریج و شرح مشکوٰۃ المصابیح) توضیح الاحکام
(سوال و جواب اور تخریج الاحادیث)، محبت ہی محبت اور غیر ثابت قصے جیسے علمی و تحقیقی سلسلے
مسلل جاری رہے۔ صحیح فضائل اعمال اور تحقیقی و مفید مضامین کے ذریعے سے علمی خزانہ
لوگوں تک پہنچایا گیا۔

رسالہ الحدیث اصل میں اشاعت الحدیث، نصرۃ الحدیث اور دعوة الحدیث کا رسالہ ہے
جو علمی جہاد میں تمام اہل باطل اور فرق ضالہ پر غالب ہے۔ قرآن و حدیث سے محبت کرنے
والوں اور پارٹی بازیاں چھوڑ کر علمبرداران وحدت اہل حق کے دلوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا تارا ہے۔
میں آخر میں اپنے ساتھیوں اور بھائیوں: حافظ ندیم ظہیر، ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی،
ابوالاعجد محمد صدیق رضا، حافظ ابو العباس شیر محمد، ابو ثاقب محمد صفدر حضروی، ابراہیم بن بشیر
الحسینی، نصیر احمد کاشف اور فضل اکبر کاشمیری، واجب الاحترام مولانا ارشد الحق اثری حفظہ اللہ،
استاذ محترم مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ اور تمام علماء و فضلاء اور بھائیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں
جنہوں نے عظیم علمی و تحقیقی تعاون فرمایا: جزاءہم اللہ خیراً

(۱۲۔ اکتوبر ۲۰۰۶ء، ۱۸ رمضان ۱۴۲۷ھ)

حافظ زبیر علی زئی

فقہ الحدیث

تقدیر پر ایمان

باب الإیمان بالقدر، الفصل الأول

(۷۹) وعن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: ((كتب الله مقادير الخلائق قبل أن يخلق السموات والأرض بخمسين ألف سنة)) قال: ((وكان عرشه على الماء)) رواه مسلم
(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے (تمام) مخلوقات کی تقدیروں کو لکھا.... اور اس کا عرش پانی پر تھا۔

اسے (امام) مسلم (۲۶۵۳/۱۶) و ترمذی (۶۷۸۸) نے روایت کیا ہے۔

تخریج الحديث:

اس حدیث کو امام مسلم کے علاوہ امام عبد اللہ بن وہب المصری (کتاب الجامع: ۵۸۰، کتاب القدر: ۱۷) جعفر بن محمد الفریابی (کتاب القدر: ۸۴) ترمذی (السنن: ۲۱۵۶) و قال: حسن صحیح غریب (احمد (۱۶۹/۲ ح ۶۵۷۹) عبد بن حمید (المختب: ۳۴۳) ابن حبان (الاحسان: ۶۱۰۵، دوسرے نسخہ: ۶۱۳۸) محمد بن احسین الآجری (الشریعہ ص ۶ ح ۳۴۱-۳۴۳) اور بیہقی (کتاب القضاء والقدر: ۱۲۸، کتاب الاسماء والصفات ص ۳۷۵، ۳۷۴) دوسرے نسخہ ص ۴۷۷ کتاب الاعتقاد ص ۱۳۶) وغیرہم نے ابو ہانی حمید بن ہانی عن ابی عبد الرحمن الحلی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن یزید الحلی ثقہ ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۳۷۱۲)

حمید بن ہانی ثقہ ہیں۔ انھیں دارقطنی (سوالات البرقانی: ۹۵) ابن حبان (الثقات ۱۳۹/۴)

اور ابن شاپین (الثقات: ۲۷۵) نے تقدیر قرار دیا ہے۔ امام مسلم وغیرہ نے تصحیح کے ذریعے ان کی توثیق کی ہے لہذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

- ① مقدار کی جمع مقادیر ہے۔ مقدار کا مطلب ہے ”عدد پیمائش، ناپ تول اور سائز میں مماثل شے، درجہ، حیثیت، تقدیر فیصلہ الہی“ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۲۸۳)
- ② اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ تقدیر برحق ہے اور یہی اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:

”ومذهب السلف قاطبة أن الأمور كلها بتقدير الله تعالى“

اور تمام سلف (صالحین) کا مذہب یہی ہے کہ تمام امور اللہ کی تقدیر سے ہیں۔

(فتح الباری ۱۱/۲۸۷ تحت ح ۶۵۹۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک مقدار سے پیدا کیا ہے۔ (القدر: ۴۹)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مشرکین قریش نے تقدیر کے بارے میں جھگڑا کیا تو یہ (درج بالا) آیت نازل ہوئی۔

(صحیح مسلم: ۲۶۵۶، دار السلام: ۶۷۵۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم کام کرتے ہو۔ (الصافات: ۹۶)

اس آیت کی تشریح میں امام بخاری فرماتے ہیں: پس اللہ نے خبر دی کہ تمام اعمال اور اعمال والے مخلوق ہیں۔ (خلق افعال العباد ص ۲۵ ح ۱۱۷)

تقدیر پر دیگر آیات کے لئے دیکھئے کتاب الشریعۃ للآجری (ص ۱۵۰ تا ۱۷۲)

متواتر معنی احادیث سے عقیدہ تقدیر ثابت ہے جن میں سے بعض کا ذکر مشکوٰۃ المصابیح کے اس باب میں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں: ”ما أضل من كذب بالقدر، لو لم يكن

عليهم فيه حجة إلا قوله تعالى ﴿خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ ط﴾
لكفى بها حجة “تقدیر کا انکار کرنے والے سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں ہے، اگر تقدیر کے
بارے میں صرف یہ ارشاد باری تعالیٰ دلیل ہوتا: اس نے تمہیں پیدا کیا پس تم میں سے بعض
کافر ہیں اور بعض مومن ہیں۔ (التغابن: ۲) تو کافی تھا۔

(کتاب القدر للفریابی: ۲۹۰ وسندہ صحیح، الشریعہ للآجری ص ۲۲۶، ۲۲۷ ح ۵۰۸ وسندہ صحیح)

طاوس تابعی فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک جماعت کو پایا
ہے، وہ کہتے تھے: ہر چیز تقدیر سے ہے۔ (صحیح مسلم: ۲۶۵۵ وترقیم دارالسلام: ۶۷۵۱)

امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ابو سہیل بن مالک سے پوچھا: تقدیر کے ان
منکروں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا: میری یہ رائے ہے کہ انھیں
توبہ کرائی جائے اگر وہ توبہ کر لیں (تو ٹھیک ہے) ورنہ انھیں سزا دی جانی چاہئے۔ عمر بن
عبدالعزیز نے فرمایا: میری (بھی) یہی رائے ہے۔ (موطأ امام مالک ج ۲ ح ۹۰۰، ۷۳۰ وسندہ صحیح)

قدریہ (تقدیر کے منکرین) کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان سے
بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں، (اللہ کی) قسم، اگر وہ احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دیں تو
تقدیر پر ایمان لانے کے بغیر (اللہ کے ہاں) قبول نہیں ہوتا۔ (صحیح مسلم: ۸، دارالسلام: ۹۳)
ابن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بدعتی نے سلام بھیجا تو انھوں نے سلام کا جواب نہیں دیا۔

(دیکھئے سنن الترمذی: ۲۱۵۲ وسندہ حسن وقال الترمذی: ”هذا حديث حسن صحيح غريب“)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”العجز والکیس من القدر“

کمزوری اور ذہانت تقدیر سے ہے۔ (الشریعیہ للآجری ص ۲۱۳ ح ۴۲۸ وسندہ صحیح)

اس طرح کے اور بھی بہت سے آثار ہیں جن سے تقدیر کا عقیدہ صاف ثابت ہوتا ہے۔

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”من کفر بالقدر فقد کفر بالإسلام“

جس نے تقدیر کا انکار کیا تو اس نے اسلام کا انکار کیا۔ (الشریعیہ ص ۲۱۷ ح ۴۶۲ وسندہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبداللہ بن عمر دونوں قدریہ فرقے والوں پر لعنت بھیجتے تھے۔

(الشریعت ص ۲۲۳ ج ۲۹۲ وسندہ حسن)

امام لیث بن سعد المصری نے تقدیر کے منکر کے بارے میں فرمایا کہ نہ اس کی بیمار پرسی کی جائے اور نہ اس کے جنازے میں شامل ہوں۔ (الشریعت ص ۲۲۷ ج ۲۹۲ وسندہ صحیح)

۳) امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام عبد الرحمن بن مہدی رحمہما اللہ نے فرمایا:
”کل شیء بقدر“ میں بقدر کا معنی ”کتب و علم“ ہے یعنی لکھا اور اسے علم ہے۔
(کتاب القدر للفریابی: ۴۱۱ وسندہ صحیح)

۴) امام اہل سنت ابو عبد اللہ احمد بن حنبل نے فرمایا:

”لا یصلی خلف القدریة والمعتزلة والجهمية“

قدریہ، معتزلہ اور جہمیہ (گمراہ فرقہ والوں) کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔

(کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۸۳۳ وسندہ صحیح)

۵) فضل بن عیسیٰ الرقاشی نامی ایک قدری بدعتی شخص تھا جس کے بارے میں امام ایوب السخینی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”لو ولد أخرس كان خیراً له“ اگر وہ گونگا پیدا ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔ (کتاب الضعفاء للبخاری: ۳۰۶ وسندہ صحیح، الجرح والتعديل ۶/۲۴ وسندہ صحیح)

یہ رقاشی ایک دن محمد بن کعب القرظی (تابعی) کے پاس آ کر تقدیر کے بارے میں کلام کرنے لگا تو امام قرظی نے اس سے کہا: (خطبہ والا) تشہد پڑھ، جب وہ ”من یریدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ“ تک پہنچا تو انھوں نے اپنی لاٹھی اٹھا کر رقاشی کے سر پر ماری اور فرمایا: اٹھ جا (دفع ہو جا) پھر جب وہ چلا گیا تو آپ نے (اپنی بصیرت اور تجربے سے) فرمایا: یہ آدمی اپنی رائے سے کبھی رجوع نہیں کرے گا۔

(السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۹۶۲ وسندہ صحیح)

۶) تقدیر کے بارے میں شیخ عبد الحسن العباد المذنی نے بہت بہترین بحث کی ہے جس کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے اور ”شرح حدیث جبریل“ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اس کتاب سے تقدیر کی بحث پیش خدمت ہے:

تقدیر پر ایمان

اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان کے بارے میں قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسئلہ تقدیر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو قدر (تقدیر و مقدار) کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

[القمر: ۴۹]

اور فرمایا ﴿قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا﴾ کہہ دو ہمیں تو وہی مصیبت پہنچتی ہے جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔ [التوبہ: ۵۱]

اور فرمایا ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ زمین میں اور تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ واقع ہونے سے پہلے ہماری کتاب میں درج ہے، اللہ کے لئے یہ (بہت) آسان ہے۔ [الحديد: ۲۲]

رہی سنت تو امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں تقدیر کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جن میں ایسی بہت سی احادیث ہیں جن سے تقدیر ثابت ہوتی ہے۔

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے قوی مومن بہتر اور پسندیدہ ہے اور (ان) سب میں خیر ہے۔ جو چیز تجھے نفع دے اُس کی حرص کر، اللہ سے مدد مانگ اور عاجز نہ بن۔ اگر تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہنا کہ اگر میں ایسے ایسے کرتا تو ایسا ہوتا۔ بلکہ یہ کہہ: اللہ کی یہی تقدیر ہے، اُس نے جو چاہا ہوا۔ کیونکہ لَوْ (اگر مگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ [صحیح مسلم: ۲۶۶۴]

طاووس (تابعی) کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو یہ فرماتے ہوئے پایا ہے کہ ہر چیز تقدیر سے ہے اور میں نے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے ہے حتیٰ کہ (دماغی) عاجزی اور ذہانت بھی تقدیر سے ہے۔

[صحیح مسلم: ۲۶۵۵]

عاجزی اور ذہانت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ تروتازہ کی تروتازگی، سُستی کی سُستی اور عاجزی سب تقدیر سے ہے۔ نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ ”اس کا معنی یہ ہے کہ عاجز کی عاجزی اور ذہین کی ذہانت تقدیر میں لکھی ہوئی ہے“

[شرح صحیح مسلم ۲۰۵/۱۶]

آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر آدمی کا جنت و دوزخ میں ٹھکانا لکھا ہوا ہے (جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جائے گا) تو لوگوں نے کہا! یا رسول اللہ! ہم اسی پر توکل کر کے بیٹھ نہ جائیں؟ تو آپ نے فرمایا: اعمال کرو، جو میسر ہیں (جنتی کے لئے جنت کے اعمال میسر کئے گئے ہیں لہذا اُسے چاہئے کہ وہ جنتیوں کے اعمال کرے) پھر آپ نے یہ آیتیں پڑھیں ﴿فَإِمَّا مَنُّنٌ أَعْطَىٰ وَاتَّقَىٰ ۖ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ﴾ سے لے کر ﴿لِلْعُسْرَىٰ﴾ [سورۃ ایل: ۱۰، ۵] تک۔

[صحیح بخاری: ۴۹۴۵، صحیح مسلم: ۲۶۴۷ عن علی رضی اللہ عنہ]

یہ حدیث اس کی دلیل ہے کہ بندوں کے نیک اعمال تقدیر میں ہیں اور انھی سے خوش قسمتی حاصل ہوگی اور یہ بھی تقدیر میں ہے اور بندوں کے بُرے اعمال تقدیر میں ہیں اور ان سے بدبختی حاصل ہوگی اور یہ بھی تقدیر میں ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی نے اسباب بنائے۔ کوئی چیز بھی اللہ کی تقدیر، فیصلے، تخلیق اور ایجاد سے باہر نہیں ہے۔

(سیدنا) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (بیٹھا ہوا) تھا تو آپ نے فرمایا: اے لڑکے! میں تجھے کچھ باتیں سکھاتا ہوں، اللہ کو یاد رکھو وہ تجھے یاد رکھے گا، اللہ کو یاد رکھو تو اسے اپنے سامنے پائے گا۔ جب (ما فوق الاسباب) سوال کرے تو اللہ سے سوال کر، اور جب مدد مانگے تو اللہ سے مدد مانگ، اور جان لے کہ اگر سب لوگ تجھے فائدہ پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف وہی فائدہ پہنچے گا جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے اور اگر سارے لوگ تجھے نقصان پہنچانا چاہیں تو تجھے صرف وہی نقصان پہنچ سکتا ہے

جو اللہ نے تیرے لئے لکھ رکھا ہے۔ قلم اٹھا لئے گئے اور (تقدیر کے) صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ [سنن الترمذی: ۲۵۱۶ وقال: ”ہذا حدیث حسن صحیح“]

تقدیر پر ایمان کے چار درجے ہیں، جن پر عقیدہ رکھنا ضروری ہے:

پہلا درجہ: جو کچھ ہونے والا ہے اُس کے بارے میں اللہ کا علم ازلی وابدی ہے۔ ہر چیز جو ہونے والی ہے، ازل سے اللہ کے علم میں ہے، اللہ کو کسی چیز کے بارے میں قطعاً جدید علم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ پہلے سے ہی اُسے ہر چیز کا پورا علم ہے۔

دوسرا درجہ: ہر چیز جو واقع ہونے والی ہے اس کے بارے میں زمین اور آسمانوں کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے، سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں، زمین و آسمان پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی ہیں۔ اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ [صحیح مسلم: ۲۶۵۳ من حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ]

تیسرا درجہ: اللہ کی مشیت اور اس کا ارادہ، جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ اللہ کے ملک میں صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ جو اللہ نے چاہا تو ہوا اور جو نہیں چاہا تو نہیں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ اللہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا حکم صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ فرماتا ہے: كُنْ (ہو جا) تو ہو جاتا ہے [یس: ۸۲] اور فرمایا ﴿وَمَا تَشَاءُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ اور تم جو چاہتے ہو وہ نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔ [التکویر: ۲۹]

چوتھا درجہ: جو کچھ ہونے والا ہے اُس کا وجود اور تخلیق اللہ کی مشیت پر ہے، اس کے ازلی علم کے مطابق اور جو اُس نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے، وہ اشیاء اور ان کے افعال اللہ ہی کے پیدا کردہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے [الزمر: ۶۲] اور فرمایا ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم جو اعمال کرتے ہو انہیں (بھی) پیدا کیا ہے۔ [الصافات: ۹۶]

تقدیر پر ایمان، اُس غیب پر ایمان ہے جسے اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تقدیر میں جو

کچھ ہے اس کا واقع ہونا لوگوں کو دو طرح سے معلوم ہو سکتا ہے:

1- کسی چیز کا واقع ہونا، جب کوئی چیز واقع ہو جاتی ہے تو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ تقدیر میں یہی تھا، اگر یہ تقدیر میں نہ ہوتا تو واقع ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اللہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا تو نہیں ہوتا۔

2- مستقبل میں ہونے والے واقعات کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں مثلاً دجال، یاجوج و ماجوج اور نزول عیسیٰ بن مریم (علیہا السلام) وغیرہ امور کے بارے میں آپ کی پیش گوئیاں، جو کہ آخری زمانے میں وقوع پذیر ہوں گی۔

[دجال ایک کاٹنے شخص کا لقب ہے جس کا ظہور قیامت سے پہلے ہوگا اور سیدنا عیسیٰ بن مریم الانصاری علیہا السلام اُسے اپنے ہاتھ سے قتل کریں گے۔ دیکھئے صحیح مسلم (ج ۲۸۹۷) و ترقیم دار السلام: ۷۲۸۸]

[تنبیہ: سیدنا حسن بصری (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”قبل موت عیسیٰ، واللہ إنه الآن لحی عند اللہ ولكن إذا نزل آمنوا به أجمعون“ عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے (سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے) اللہ کی قسم اب آپ (عیسیٰ علیہ السلام) اللہ کے پاس زندہ ہیں جب وہ نازل ہوں گے تو سب لوگ آپ پر ایمان لے آئیں گے (تفسیر طبری ۱۴/۶ و سندہ صحیح) اسی پر خیر القرون کا اجماع ہے۔ یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے کشف الاستار عن زوائد البرار (۴/۴۲۲ ج ۳۳۹۶ و سندہ صحیح)]

یہ پیش گوئیاں اس کی دلیل ہیں کہ ان امور کا واقع ہونا ضروری ہے۔ یہی اللہ کی تقدیر اور فیصلے میں لکھا ہوا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی وہ پیش گوئیاں جو آپ نے اپنے زمانے کے قریب واقع ہونے والے امور کے بارے میں فرمائی ہیں۔ انھی میں سے وہ حدیث ہے جسے (سیدنا) ابوبکرہ (نفع بن الحارث) رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا، حسن (بن علی رضی اللہ عنہما) آپ کے پاس تھے۔ آپ ایک دفعہ ان کی

طرف اور ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور فرماتے تھے ”میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور ہو سکتا ہے کہ اللہ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے“
[صحیح بخاری: ۳۷۶۰]

رسول ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ (آپ کی وفات کے بہت بعد) اکتالیس ہجری (۴۱ھ) میں واقع ہوئی جب مسلمانوں میں اتفاق ہو گیا۔ اسے ”عام الجماعۃ“ (اتفاق کا سال) بھی کہتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس حدیث سے یہ سمجھا تھا کہ (سیدنا محبوبنا) حسن (بن علی) رضی اللہ عنہ بچپن میں نہیں مریں گے اور وہ اُس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک صلح کے بارے میں رسول ﷺ کی بیان کردہ پیش گوئی واقع نہ ہو جائے۔ یہ چیز تقدیر میں تھی جس کے وقوع سے پہلے صحابہ کرام کو اس کا علم تھا۔

ہر چیز کا خالق اور اس کی تقدیر بنانے والا اللہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ [الزمر: ۶۲]

اور فرمایا ﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَرَهُ تَقْدِيرًا﴾ اور اس اللہ نے ہر چیز پیدا کی، پس اس نے ہر چیز کی تقدیر مقرر کی یعنی مقدا ریں بنائیں۔ [الفرقان: ۲۰]

پس خیر و شر کی ہر چیز جو ہونے والی ہے اللہ کے فیصلے، تقدیر، مشیت اور ارادے سے ہوتی ہے۔ (سیدنا) علی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے لمبی دعائیں یہ الفاظ بھی فرمائے: ((والخير كله في يديك والشر ليس إليك)) ساری خیر تیرے ہاتھوں میں ہے اور شر تیری طرف (لے جانے والا) نہیں ہے (صحیح مسلم: ۷۷۷) اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کے فیصلے اور تخلیق کے مطابق شر واقع نہیں ہوتا۔ اس کا معنی صرف یہ ہے کہ اللہ نے بغیر کسی حکمت اور فائدے کے محض شر پیدا نہیں کیا اور دوسرے یہ کہ مطلق شر کو اللہ کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہئے بلکہ یہ (دلائل عامہ کے تحت) عموم میں داخل ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔ [الزمر: ۶۲] اور فرمایا ﴿اَنَا كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْتُهُ بِقَدَرٍ﴾ بے شک ہم نے ہر چیز کو

قدر (تقدیر و اندازے) سے پیدا کیا۔ [القمر: ۴۹]

صرف اکیلے شر کے ساتھ اللہ کی طرف نسبت سے ادب سیکھنا چاہئے۔ اسی لئے جنوں نے اللہ کی طرف خیر کی نسبت کر کے ادب کا اظہار کیا تھا۔ انھوں نے شر کو مجہول کے صیغے سے بیان کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے (جنوں کا قول نقل) فرمایا ﴿وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرُّ أَرِيدُ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا﴾ اور ہمیں پتا نہیں کہ کیا زمین والوں کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب اُن کی ہدایت چاہتا ہے۔ [البقرہ: ۱۰]

تقدیر کے سابقہ چاروں درجوں میں اللہ کی مشیت اور ارادہ بھی ہے۔ مشیت اور ارادے میں فرق یہ ہے کہ کتاب و سنت میں مشیت کا ذکر تکوینی و تقدیری طور پر ہی آیا ہے۔ اور ارادے کا معنی کبھی تکوینی معنی اور کبھی شرعی معنی پر آتا ہے۔ تکوینی و تقدیری معنی کے لئے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ﴾ اور تمہیں میری نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی اگرچہ میں تمہیں نصیحت کرنا چاہوں اگر تمہیں اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا چاہتا ہو۔ [ہود: ۳۴]

اور فرمایا ﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا﴾ پس اللہ جس کو ہدایت دینے کا ارادہ کرے تو اس کے دل کو اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہ کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے دل کو تنگ (حق کو نہ ماننے والا) کر دیتا ہے۔ [الانعام: ۱۲۵]

شرعی ارادے کے لئے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا۔ [البقرہ: ۱۸۵]

اور فرمایا ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ اللہ اس کا ارادہ نہیں کرتا کہ تمہیں حرج میں

ڈال دے لیکن وہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ تمہیں پاک کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے تاکہ تم شکر کرو۔ [المائدہ: ۶۰]

ان دونوں ارادوں میں یہ فرق ہے کہ تکوینی ارادہ عام ہے چاہے اللہ تعالیٰ خوش ہو یا ناراض ہو۔ شرعی ارادہ صرف اسی کے بارے میں ہوتا ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے اور راضی ہوتا ہے۔ تکوینی ارادہ واقع ہو کر ہی رہتا ہے اور دینی ارادہ اس آدمی کے حق میں واقع ہوتا ہے جسے اللہ توفیق دے۔ اور جسے وہ توفیق نہ دے تو وہ شخص اس سے محروم رہتا ہے۔ کچھ اور بھی کلمات ہیں جو تکوینی و شرعی معنوں میں آتے ہیں، انہی میں سے فیصلہ، تحریم، اذن، کلمات اور امر وغیرہ ہے۔

ابن القیم نے اپنی کتاب ”شفاء العلیل“ کے انیسویں (۲۹) باب میں ان کو ذکر کیا ہے اور قرآن و سنت سے ان کے دلائل لکھے ہیں۔

ہر چیز جسے اللہ نے لوح محفوظ میں لکھا ہے، اس کی تقدیر مقرر کی ہے اور اس کے وقوع کا فیصلہ کیا ہے تو اُس چیز نے ضرور بالضرور ہو کر رہنا ہے۔ نہ اس میں تغیر ہوتا ہے اور نہ تبدیلی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا﴾ زمین اور تمہاری جانوں میں جو مصیبت پہنچتی ہے وہ واقع ہونے سے پہلے ہم نے کتاب میں درج کر دی ہے۔ [الحید: ۲۲]

اور اس میں سے حدیث ہے ”قلم اٹھالئے گئے اور صحیفے خشک ہو گئے۔“ [دیکھئے ص ۶۱ الاصل]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ ۖ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ﴾

اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اُسی کے پاس اُم الکتاب ہے۔

[الرعد: ۳۹]

اس کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ آیت کریمہ شریعتوں سے متعلق ہے۔ اللہ شریعتوں میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے حتیٰ کہ ہمارے نبی محمد ﷺ کے ساتھ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو گیا، آپ کی شریعت نے سابقہ ساری

شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اس کی دلیل اس آیت میں ہے جو اس سے پہلے ہے ﴿وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ﴾ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی رسول بھی کوئی نشانی نہیں لاسکتا، ہر وقت کے لئے ایک کتاب ہے یعنی ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔ [الرعد: ۳۸]

اور اس کی یہ تفسیر بھی بیان کی گئی ہے کہ اس سے وہ مقدا ریں مراد ہیں جو لوح محفوظ میں نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض کام فرشتوں کے ذریعے سے سرانجام دیئے جاتے ہیں۔ ابن القیم کی کتاب شفاء العلیل کے ابواب (۲، ۴، ۵، ۶) دیکھیں۔ ہر باب کے تحت انھوں نے لوح محفوظ کے علاوہ ایک ایک خاص تقدیر بیان کی ہے۔ آپ ﷺ کی حدیث ہے کہ ”قضاء (تقدیر) کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے اور عمر میں صرف نیکی ہی کے ذریعے سے اضافہ ہوتا ہے“ [سنن الترمذی: ۲۱۳۹، اسے امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے نیز دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ للالبانی: ۱۵۴] یہ حدیث لوح محفوظ میں تغیر (وتبدیلی) کی دلیل نہیں ہے۔ یہ تو صرف اس کی دلیل ہے کہ اللہ نے شر سے سلامتی مقدر میں رکھی ہے اور اس سلامتی کے لئے اسباب مقرر کئے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ اللہ نے بندے سے شر دور کر دیا۔ یہ دُوری اس فعل یعنی دعا کے سبب اس کے مقدر میں لکھی گئی تھی اور یہی مقدر تھا۔ اور اسی طرح یہ مقدر میں لکھا گیا کہ انسان کی عمر لمبی ہے اور یہ بھی مقدر کر دیا گیا کہ درازی عمر (فلاں) سبب سے ہوگی اور یہ نیکی وصلہ رحمی ہے۔ پس اسباب اور وجہ اسباب سبب اللہ کی قضا و قدر سے ہیں۔

آپ ﷺ کی حدیث ”اللہ جسے پسند کرتا ہے تو اس کا رزق کشادہ کر دیتا ہے۔ یا اس کی عمر دراز کر دیتا ہے، پس صلہ رحمی کرو“ (صحیح البخاری: ۲۰۶۷ صحیح مسلم: ۲۵۵۷) کا بھی یہی مطلب ہے۔ ہر انسان کا وقت لوح محفوظ میں مقرر ہے۔ نہ آگے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا﴾ اور جب کسی نفس کا وقت آجائے تو اللہ اسے مؤخر نہیں کرتا۔ [المفقون: ۱۱]

اور فرمایا ﴿لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا

يَسْتَفِدُّ مَوْنًا ﴿٣٩﴾ ہر اُمت کے لئے ایک وقت ہے۔ جب ان کا وقت آ جاتا ہے تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہوتا ہے اور نہ آگے ہوتا ہے۔ [یونس: ۳۹]
اور جو آدمی مرتا یا قتل ہوتا ہے تو وہ اپنی اجل کی وجہ سے مرتا یا قتل ہوتا ہے۔ معزز لہ کی طرح یہ نہیں کہنا چاہئے کہ مقتول کی اجل کاٹ دی گئی اور اگر وہ قتل نہ ہوتا تو دوسری اجل تک زندہ رہتا۔ کیونکہ ہر انسان (کے مرنے) کا ایک ہی وقت مقرر ہے۔ اس وقت کے لئے اسباب مقرر ہیں، یہ بیماری سے مرے گا اور یہ ڈوبنے سے مرے گا اور یہ قتل ہوگا، وغیرہ وغیرہ۔

تقدیر کے بہانے نیکی کے نہ کرنے اور گناہوں کے کرنے پر استدلال نہیں کرنا چاہئے کیونکہ جس نے گناہ کیا تو شریعت میں اس کی ایک مقرر سزا ہے۔ اگر اس نے اپنے گناہ کا یہ عذر پیش کیا کہ یہ اس کی قسمت میں تھا تو اسے شرعی سزا دی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اس گناہ کی یہ سزا تیری قسمت میں تھی۔

حدیث میں جو آیا ہے کہ آدم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) کے درمیان تقدیر پر بحث و مباحثہ ہوا تھا۔ یہ گناہ کرنے پر تقدیر سے استدلال والا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تو اس مصیبت کا ذکر ہے جو معصیت کے سبب واقع ہوئی۔

(سیدنا) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آدم اور موسیٰ نے بحث و مباحثہ کیا تو موسیٰ نے آدم سے کہا: تُو وہ آدم ہے جسے اس کی خطا (غرض) نے جنت سے نکال دیا تھا۔ تو آدم نے جواب دیا: تُو وہ موسیٰ ہے جسے اللہ نے رسالت اور کلام کرنے سے نوازا۔ پھر تو مجھے اس چیز پر ملامت کرتا ہے جو اللہ نے میری پیدائش سے پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے دو دفعہ فرمایا: پس آدم موسیٰ (علیہما السلام) پر غالب آ گئے۔ [صحیح بخاری: ۳۴۰۹ و صحیح مسلم: ۲۶۵۲]

ابن القیم نے اپنی کتاب ”شفاء العلیل“ میں اس حدیث پر بحث کے لئے تیسرا باب قائم کیا ہے۔ انھوں نے اس حدیث کی تشریح میں باطل اقوال کا (بطور رد) ذکر کیا اور

وہ آیات ذکر کیں جن میں آیا ہے کہ مشرکین اپنے شرک پر تقدیر سے استدلال کرتے تھے۔ اللہ نے ان مشرکین کو جھوٹا قرار دیا کیونکہ وہ اپنے شرک و کفر پر قائم (اور ڈٹے ہوئے) تھے۔ انھوں نے جو بات کہی وہ حق ہے لیکن اس کے ساتھ باطل پر استدلال کیا گیا ہے۔ پھر انھوں نے اس حدیث کے معنی پر دو توجیہات ذکر کیں، پہلی توجیہ اُن کے استاد شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی ہے اور دوسری اُن کے اپنے فہم و استنباط سے ہے۔

ابن القیم فرماتے ہیں کہ ”جب آپ نے اسے پہچان لیا تو موسیٰ (علیہ السلام) اللہ اور اس کے اسماء و صفات کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر تھے، لہذا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اُس خطا پر ملامت کریں جس سے خطا کرنے والے نے توبہ کر رکھی ہے۔ اس کے بعد اللہ نے اسے (اپنے لئے) چُن لیا، راہنمائی کی اور خاص منتخب کر لیا۔ آدم (علیہ السلام) اپنے رب کے بارے میں سب سے زیادہ پہچان رکھتے تھے کہ وہ معصیت پر قضا و قدر سے استدلال کریں۔ بات یہ ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے آدم (علیہ السلام) کو اُس مصیبت پر ملامت کی تھی جس کے سبب سے اولاد آدم کا جنت سے خروج اور دنیا میں نزول ہوا، جو آزمائش اور امتحان کا گھر ہے۔ اس کی وجہ اولاد آدم کے باپ (سیدنا آدم علیہ السلام) کی لغزش ہے۔ پس انھوں نے لغزش کا ذکر بطور تنبیہ کیا، اس مصیبت اور آزمائش پر جو آدم علیہ السلام کی ذریت و اولاد کو حاصل ہوئی۔ اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے آدم علیہ السلام سے فرمایا: ”آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکال دیا“، بعض روایات میں ”خَبَّيْتَنَا“ (آپ نے ہمیں محروم کر دیا) کا لفظ آیا ہے۔ پس آدم (علیہ السلام) نے مصیبت پر تقدیر سے استدلال کیا اور فرمایا: بے شک یہ مصیبت جو میری لغزش کی وجہ سے میری اولاد کو پہنچی میری تقدیر میں لکھی ہوئی تھی۔ تقدیر سے مصیبتوں میں استدلال کیا جاسکتا ہے لیکن عیوب (اور گناہوں کے جواز) میں اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی آپ مجھے اس مصیبت پر کیوں ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے اتنے سال پہلے، میرے اور آپ کے مقدر میں لکھ دی گئی تھی، یہ جواب ہمارے شیخ (ابن تیمیہ) رحمہ اللہ کا ہے اس کا دوسرا جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گناہ پر تقدیر سے استدلال

بعض جگہ فائدہ دے سکتا ہے اور بعض جگہ نقصان دہ ہے۔ اگر گناہ کے واقع ہونے کے بعد آدمی توبہ کرے اور دوبارہ یہ گناہ نہ کرے تو تقدیر سے استدلال کر سکتا ہے۔ جیسا کہ آدم (علیہ السلام) نے (اپنی لغزش کے بعد) کیا۔ اس طریقے سے تقدیر کے ذکر میں توحید اور رب تعالیٰ کے اسماء و صفات کی معرفت ہے۔ اس کے ذکر سے بیان کرنے والے اور سننے والے کو نفع ہوتا ہے کیونکہ تقدیر (کے ذکر) سے کسی امر و نہی کی مخالفت نہیں ہوتی اور نہ شریعت کا ابطال ہوتا ہے۔ بلکہ محض حق کو توحید اور تبدیلی و قوت سے براءت کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اس کی توضیح اس سے (بھی) ہوتی ہے کہ آدم (علیہ السلام) نے موسیٰ (علیہ السلام) سے فرمایا:

”کیا آپ میرے اس عمل پر ملامت کرتے ہیں جو میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر میں لکھا ہوا تھا؟“ جب آدمی گناہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے تو وہ معاملہ اس طرح زائل اور ختم ہو جاتا ہے گویا یہ کام ہوا ہی نہیں تھا۔ پس اب اگر کسی ملامت کرنے والے نے اسے اس گناہ پر ملامت کیا تو اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقدیر سے استدلال کرے۔ اور کہے:

”یہ کام میری پیدائش سے پہلے میرے مقدر میں تھا“ اس آدمی نے تقدیر کے ذریعے سے حق کا انکار نہیں کیا اور نہ باطل پر دلیل قائم کی ہے اور نہ ممنوع بات کے جواز پر حجت بازی کی ہے۔ رہا وہ مقام جس پر تقدیر سے استدلال نقصان دہ ہے وہ حال اور مستقبل سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی کوئی آدمی فعل حرام کا ارتکاب کرے یا کسی واجب (فرض) کو ترک کر دے، پھر کوئی آدمی اسے اس پر ملامت کرے تو پھر وہ گناہ پر قائم رہنے اور اصرار کرنے میں تقدیر سے استدلال کرے۔ یہ شخص اپنے استدلال سے حق کو باطل کرنا اور باطل کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے جیسا کہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت پر اصرار کرنے والے کہتے تھے ﴿كُوشَاءَ اللّٰهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا﴾ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے [الانعام: ۱۳۸] ﴿كُوشَاءَ الرَّحْمٰنِ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ اگر رحمن چاہتا تو ہم ان (معبودان باطلہ) کی عبادت نہ کرتے۔ [الزخرف: ۲۰]

انھوں نے اپنے باطل عقائد کو صحیح سمجھتے ہوئے تقدیر سے استدلال کیا۔ انھوں نے

اپنے (شرکیہ و کفریہ) فعل پر کسی ندامت کا اظہار نہیں کیا نہ اس کے ترک کا ارادہ کیا اور نہ اس کے فاسد ہونے کا اقرار کیا۔

یہ اس آدمی کے استدلال کے سراسر مخالف ہے جس پر اُس کی غلطی واضح ہو جاتی ہے، وہ نادم (پشیمان) ہو جاتا ہے اور پکا ارادہ کرتا ہے کہ وہ آئندہ غلطی نہیں کرے گا۔ پھر اس (توبہ) کے بعد اگر کوئی اسے ملامت کرے تو کہتا ہے: ”جو کچھ ہوا ہے وہ اللہ کی تقدیر کی وجہ سے ہوا ہے۔“ اس مسئلے کا (بنیادی) نکتہ یہ ہے کہ اگر وجہ ملامت دُور ہو جائے تو تقدیر سے استدلال صحیح ہے اور اگر وجہ ملامت باقی رہے تو تقدیر سے استدلال باطل ہے۔“

[شفاء العلیل ص ۳۵، ۳۶]

تقدیر کے بارے میں قدریہ اور جبریہ دونوں فرقے گمراہ ہوئے ہیں۔ قدریہ کہتے ہیں کہ بندے اپنے افعال کے خود خالق ہیں، اللہ نے یہ افعال ان کی تقدیر میں نہیں لکھے ہیں۔ ان کے قول کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی حکومت میں بندوں کے جو افعال واقع ہوتے ہیں وہ اس کا مقدر (مقرر شدہ) نہیں ہیں۔ یہ بندے اپنے افعال پیدا کرنے میں اللہ سے بے نیاز ہیں اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا خالق نہیں ہے بلکہ بندے اپنے افعال کے خالق ہیں۔ یہ عقیدہ بہت ہی باطل عقیدہ ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بندوں کا خالق ہے اور بندوں کے افعال کا (بھی) خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ ذاتوں اور صفتوں سب کا خالق ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ کہہ دو کہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ اکیلا قہار (سب پر غالب) ہے۔ [الرعد: ۱۶]

اور فرمایا ﴿اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ہر چیز پر وکیل (محافظ و نگران) ہے۔ [الزمر: ۶۲]

اور فرمایا ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تم جو اعمال کرتے ہو انہیں (بھی) پیدا کیا ہے۔ [الصُّفَّت: ۹۶]

جبریہ (فرقے) نے بندوں سے اختیار چھین لیا ہے، وہ اس کے لئے کسی مشیت اور

ارادے کے قائل نہیں ہیں۔ انھوں نے اختیاری حرکات اور اضطراری حرکات کو برابر کر دیا ہے۔ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ان کی ساری حرکات اس طرح ہیں جس طرح کہ درختوں کی حرکات ہیں۔ کھانے والے، پینے والے، نمازی اور روزہ دار کی حرکات اس طرح ہیں جیسے رعشہ والے کی حرکات ہوتی ہیں، ان میں انسان کے کسب اور ارادے کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس طرح تو پھر رسولوں کے بھیجنے اور کتاہیں نازل کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندے کے پاس مشیت اور ارادے کی طاقت ہے۔ اچھے اعمال پر اس کی تعریف کی جاتی ہے اور بُرے اعمال پر اس کی مذمت کی جاتی ہے اور اُسے سزا ملتی ہے۔ بندے کے اختیاری افعال اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں (نیکی و بدی کا مرتکب وہی ہوتا ہے) رہی اضطراری حرکات جیسے رعشہ والے کی حرکت تو یہاں یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ اس کا فعل ہے۔ یہ تو اس کی ایک صفت ہوتی ہے۔

اسی لئے تو فاعل کی تعریف میں نحوی حضرات یہ کہتے ہیں کہ وہ اسم مرفوع ہے جو اُس پر دلالت کرتا ہے جس سے کوئی حَدَث (فعل) صادر ہوتا ہے یا جس کا وہ قائم بہ ہوتا ہے یعنی اس کا صدور اس سے ہوتا ہے۔ حَدَث سے اُن کی مراد وہ اختیاری افعال ہیں جو بندے کی مشیت اور ارادے سے واقع ہوتے ہیں۔ قیامِ حدث سے ان کی مراد وہ اُمور ہیں جو مشیت کے تحت نہیں آتے جیسے موت، مرض اور ارتعاش (رعشہ) وغیرہ۔ پس اگر کہا جائے کہ زید نے کھایا، پینا، نماز پڑھی اور روزہ رکھا تو اس میں زید فاعل ہے جس سے حَدَث (فعل) حاصل ہوا ہے۔ یہ حَدَث کھانا، پینا، نماز اور روزے ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ زید بیمار ہوا، زید مر گیا یا اس کے ہاتھوں میں رعشہ ہوا تو یہ حَدَث زید کے (ارادی) فعل سے نہیں ہے بلکہ یہ اس کی صفت ہے جس کا صدور اُس سے ہوا ہے۔

اہل السنّت والجماعت اثباتِ تقدیر میں غالی جبریوں اور انکار کرنے والے قدریوں کے درمیان ہیں۔ انھوں نے بندے کیلئے مشیت کا اثبات کیا ہے اور رب کے لئے مشیت عام کا اثبات کرتے ہیں۔ انھوں نے بندے کی مشیت کو اللہ کی مشیت کے تابع

قراردیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿لَمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ﴾ وَمَا تَشَاءُ وَنَ
إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿﴾ اس کے لئے جو تم میں سے سیدھا ہونا چاہے اور تم نہیں
چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہے۔ [التکویر: ۲۸، ۲۹]
اللہ کی حکومت میں جو وہ نہ چاہے ہو ہی نہیں سکتا۔

اس کے برخلاف قدر یہ کہتے ہیں کہ ”بندے اپنے افعال پیدا کرتے ہیں“ بندوں کو
ان چیزوں پر عذاب نہیں ہو سکتا جن میں اُن کا کوئی ارادہ ہے اور نہ مشیت جیسا کہ جبر یہ کا
قول ہے۔ اسی میں اُس سوال کا جواب ہے جو کہ بار بار کیا جاتا ہے کہ کیا بندہ مجبور محض ہے یا
وہ (گلی) باختیار ہے؟ تو (عرض ہے کہ) نہ وہ مطلقاً مجبور محض ہے اور نہ مطلقاً باختیار ہے
بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک اعتبار سے باختیار ہے کہ اسے مشیت اور ارادہ حاصل ہے۔
اور اس کے اعمال اُسی کا کسب (کمائی) ہیں۔ نیک اعمال پر اسے ثواب ملے گا اور بُرے
اعمال پر اسے سزا ملے گی۔ وہ ایک اعتبار سے مُسیر (مجبور) ہے۔ اس سے ایسی کوئی چیز
صادر نہیں ہوتی جو اللہ کی مشیت، ارادے، تخلیق اور ایجاد سے خارج ہو۔

جو بھی ہدایت اور گمراہی (بندے کو) حاصل ہوتی ہے تو وہ اللہ کی مشیت اور ارادے
سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ نے بندوں کے لئے خوش بختی کا راستہ اور گمراہی کا راستہ،
دونوں واضح کر دیئے ہیں۔ اللہ نے بندوں کو عقل دی ہے جس سے وہ نفع اور نقصان کے
درمیان فرق کرتے ہیں۔ جو شخص خوش بختی کا راستہ اختیار کر کے اس پر چلا تو اسے یہ خوش بختی
(جنت) کی طرف لے جائے گا۔ یہ کام بندے کی مشیت اور ارادے سے واقع ہوا ہے جو
کہ اللہ کی مشیت اور ارادے کے تابع ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل و احسان ہے۔ جس شخص نے
گمراہی کا راستہ اختیار کیا اور اس پر چلا تو یہ اسے بد بختی (جہنم) کی طرف لے جائے
گا۔ یہ کام بندے کی مشیت اور ارادے سے ہوا ہے جو کہ اللہ کی مشیت اور ارادے کے
تابع ہے۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عدل و انصاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لَمْ نَجْعَلْ لَهُ
عَيْنَيْنِ﴾ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ﴿﴾ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴿﴾ کیا ہم نے اسے دو آنکھیں، ایک

زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور اس کی دو راستوں (شر اور خیر) کی طرف راہنمائی نہیں کی؟ [البلد: ۸-۱۰]

اور فرمایا ﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا﴾ ہم نے اسے راستہ دکھایا تاکہ وہ شکر کرنے والا بنے یا ناشکر بنے۔ [الدھر: ۳]

اور فرمایا ﴿مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا﴾ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ کر دے تو آپ اس (شخص) کا ولی (مددگار) مرشد و ہدایت دینے والا نہیں پائیں گے۔ [الکھف: ۱۷]

ہدایتیں دو طرح کی ہیں (۱) ہدایت دلالت و ارشاد، یہ ہر انسان کو حاصل ہے یعنی ہر انسان سے یہی مطلوب ہے کہ وہ ہدایت اسلام پر چلے (۲) ہدایت توفیق، یہ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔

پہلی ہدایت کی دلیلوں میں سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے ﴿وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ اور بے شک آپ صراط مستقیم (سیدھے راستے) کی طرف راہنمائی کرتے ہیں [الشوری: ۵۲] یعنی آپ ہر ایک کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ دوسری ہدایت کی دلیلوں میں سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ﴾ آپ جسے (ہدایت دینا) چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دے دیتا ہے۔ [القصص: ۵۶]

اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں ہدایتیں اس ارشاد میں اکٹھی کر دی ہیں ﴿وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ [یونس: ۲۵]

”اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے“ یعنی ہر ایک کو (بلاتا ہے)۔ مفعول کو عموم کے لئے حذف کیا گیا ہے اور یہ ہدایت دلالت و ارشاد ہے۔ ”اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے“ اس میں خصوصیت قائم کرنے کے لئے مفعول کو ظاہر کر دیا گیا ہے اور یہ ہدایت توفیق ہے۔

فضائل اعمال

ذکر کی فضیلت

۱۰۰) ام المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز کے وقت یا اس کے بعد اُن (جویریہ رضی اللہ عنہا) کے پاس سے گزرے اور وہ اپنی جائے نماز پر بیٹھی ہوئی تھیں، پھر آپ ﷺ چاشت کے بعد آئے اور وہ (اُسی جگہ) بیٹھی ہوئی تھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم ابھی تک اسی طرح (بیٹھی ہوئی) ہو جس طرح میں تمہیں چھوڑ کر گیا تھا؟ انھوں (جویریہ رضی اللہ عنہا) نے کہا: جی ہاں!

نبی ﷺ نے فرمایا: البتہ تمہارے بعد میں نے چار کلمات تین بار کہے ہیں، اگر ان (کلمات) کا موازنہ اُن سے کیا جائے جو تم نے اب تک کہا ہے تو (یہ) بھاری ہوں گے:

((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ))

ایک روایت میں ہے ((سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقِهِ وَرِضَى نَفْسِهِ وَزِنَةَ عَرْشِهِ، سُبْحَانَ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ)) (صحیح مسلم: ۲۷۲۶)

فوائد:

بہت سے ایسے اعمال ہیں کہ جن میں محنت و مشقت کم ہوتی ہے لیکن اُن کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ اپنے بندوں پر خصوصی انعام ہے۔ مذکورہ کلمات انھی اعمال میں سے ہیں۔

دوسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ ذکرِ الہی کے لئے جگہ مخصوص کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ چل پھر کر بھی یہ عمل سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

۱۰۱) سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اُن کے پاس سے

گزرے اور وہ اپنے دونوں ہونٹوں کو حرکت دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوامامہ! کیا کہہ رہے ہو؟ انھوں (ابوامامہ) نے کہا: میں اپنے رب کا ذکر کر رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں (ایسے ذکر کے بارے میں) نہ بتاؤں جو دن رات کے ذکر سے افضل ہے۔ یہ کہ تم کہو: ((سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ مَا خَلَقَ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ مَا فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا أَحْصَى كِتَابَهُ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ كُلِّ شَيْءٍ، وَسُبْحَانَ اللَّهِ مِلْءَ كُلِّ شَيْءٍ)) اور اسی طرح تم کہو ((الْحَمْدُ لِلَّهِ)) ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) اور ((اللَّهُ أَكْبَرُ)) (النسائی فی عمل الیوم واللیلہ: ۱۶۶) فوائد:

یہ روایت محمد بن عجلان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے کیونکہ یہ روایت عن سے ہے اور مدلس کی روایت صراحت سماع کے بغیر ضعیف ہوتی ہے۔

بازار میں تہلیل کی فضیلت

۱۰۲) سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار میں داخل ہو اور یہ دعا پڑھے: ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ)) تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، ایک لاکھ خطائیں معاف کر دیتا ہے اور ایک لاکھ درجات بلند کر دیتا ہے۔ (سنن ترمذی: ۳۴۲۹، سنن ابن ماجہ: ۲۲۳۵) فوائد:

یہ روایت کئی طریق سے مروی ہے لیکن تمام طرق ضعیف ہیں۔ سنن ترمذی کی روایت میں ازہر بن سنان راوی ضعیف ہے اور سنن ابن ماجہ میں حماد بن عمرو ضعیف ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت کتاب الدعاء للطبرانی (۷۹۲، ۷۹۳) مستدرک حاکم (۵۳۹/۱ ج ۵، ۱۹۷۵)

وغیرہ میں بھی ضعیف سندوں کے ساتھ موجود ہے۔ الغرض مذکورہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف ہے۔

کفارہ مجلس کی دعا

(۱۰۳) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس میں بہت لغو باتیں کیں، وہ اپنی اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے (یہ دعا) پڑھے: ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)) تو جو (خطائیں) اس مجلس میں ہوئی ہیں، وہ معاف کر دی جاتی ہیں۔
(سنن ترمذی: ۳۴۳۳، صحیح)

فوائد:

لغویات و فضولیات سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہئے اور ایسی مجالس میں جانے سے احتراز بھی ضروری ہے لیکن کسی مجلس میں نادانستہ غلطی کا ارتکاب یا سبقت لسانی کی وجہ سے لغزش وغیرہ ہو جائے تو مذکورہ دعا پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔

استغفار کی فضیلت

(۱۰۴) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ تم کہو: ((اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ)) اگر اس کو شام کے بعد پڑھے (اور) اسی رات کو مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر بعد از صبح پڑھے (اور) اسی دن مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری: ۶۳۰۶، ۶۳۲۳)

فوائد: مذکورہ کلمات بہت زیادہ اہمیت و فضیلت کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کو سید الاستغفار کہا جاتا ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

توضیح الأحكام

سوال و جواب تخریج الاحادیث

کیا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ دوزخی تھے؟

سوال: ایک روایت میں آیا ہے کہ ”قاتل عمار و سالبہ فی النار“ عمار (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے والا اور ان کا سامان چھیننے والا آگ میں ہے۔
شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ (۱۸/۵-۲۰ ج ۲۰۰۸)
یہ بھی ثابت ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا۔ دیکھئے مسند احمد (۶/۳ ج ۷۶۹۸) وسندہ حسن

کیا یہ صحیح ہے کہ ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ دوزخی ہیں؟ (حافظ طارق مجاہد زبانی)

الجواب: الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الامین ،
أما بعد: جس روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا اور ان کا سامان چھیننے والا آگ میں ہے، اُس کی تخریج و تحقیق درج ذیل ہے:

① لیث بن أبی سلیم عن مجاہد عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ... إلخ
(ثلاثۃ مجالس من الامالی لابن محمد الخلدی ۲/۱۷۵، السلسلۃ الصحیحہ ۱۸/۵، الآحاد والمثنائی لابن ابی عاصم ۲/۱۰۲ ج ۸۰۳)

یہ سند ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے، بوسیری نے کہا:

”ضعفه الجمهور“ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (زوائد ابن ماجہ: ۲۰۸، ۲۳۰)

ابن الملقن نے کہا: ”وہو ضعیف عند الجمهور“ وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

(خلاصۃ البدرا المنیر: ۸، البدرا المنیر ۲/۱۰۴)

امام نسائی نے فرمایا: ”ضعیف کوفی“ (کتاب الضعفاء: ۵۱۱)

④ المعتمر بن سلیمان التیمی عن أبيه عن مجاهد عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه... إلخ (المستدرک للحاکم ۳/۳۸۷ ح ۵۶۶۱ وقال الذہبی فی التلخیص: علی شرط البخاری و مسلم)

یہ سند سلیمان بن طرخان التیمی کے ”عن“ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ سلیمان التیمی مدلس تھے، دیکھئے جامع التحصیل (ص ۱۰۶) کتاب المدلسین لابی زرعة ابن العراقي (۲۴) اسماء من عرف بالتدليس للسيوطي (۲۰) التبيين لاسماء المدلسين للحلي (ص ۲۹) قصيدة المقدسي وطبقات المدلسين للعسقلاني (۲/۵۲) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ”کان سلیمان التیمی یدلس“ سلیمان التیمی تدلیس کرتے تھے۔ (تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۳۶۰۰)

امام ابن معین کی اس تصریح کے بعد سلیمان التیمی کو طبقہ ثانیہ یا اولیٰ میں ذکر کرنا غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ طبقہ ثالثہ کے مدلس ہیں لہذا اس روایت کو ”صحیح علی شرط الشیخین“ نہیں کہا جاسکتا۔

⑤ ”أبو حفص و كلثوم عن أبي غادية قال ... فقیل قتل عمار بن یاسر وأخبر عمرو بن العاص فقال: سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يقول: إن قاتله وسالبه فی النار“ إلخ (طبقات ابن سعد ۳/۲۶۱ واللفظ له، منہاج احمد ۴/۱۹۸، الصحیحۃ ۱۹/۵)

اس روایت کے بارے میں شیخ البانی نے کہا: ”وهذا إسناد صحيح، رجاله ثقات رجال مسلم...“

عرض ہے کہ ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ تک اس سند کے صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ”قاتله وسالبه فی النار“ والی روایت بھی صحیح ہے۔

ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”فقیل...“ إلخ پس کہا گیا کہ تو نے عمار بن یاسر کو قتل کیا ہے اور عمرو بن العاص کو یہ خبر پہنچی ہے تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اس (عمار) کا قاتل اور سامان لوٹنے والا آگ میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا راوی ”فقیل“ کا فاعل ہے جو نامعلوم (مجہول) ہے۔

راوی اگر مجہول ہو تو روایت ضعیف ہوتی ہے لہذا یہ ”فی النار“ والی روایت بلحاظ سند ضعیف ہے۔ ”إسناده صحيح“ نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت دوراوی بیان کر رہے ہیں: (۱) ابو حفص: مجہول (۲) کلثوم بن جبر: ثقہ امام حماد بن سلمہ رحمہ اللہ نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کی انھوں نے کس راوی کے الفاظ بیان کئے ہیں؟ ابو حفص (مجہول) کے یا کلثوم بن جبر (ثقہ) کے اور اس بات کی بھی کوئی صراحت نہیں ہے کہ کیا دونوں راویوں کے الفاظ من وعن ایک ہیں یا ان میں اختلاف ہے۔

خلاصہ التحقیق: یہ روایت اپنی تینوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے لہذا اسے صحیح کہنا غلط ہے۔

تنبیہ: ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ صفین میں شہید کرنا ان کی اجتہادی خطا ہے جس کی طرف حافظ ابن حجر العسقلانی نے اشارہ کیا ہے۔ دیکھئے الاصابۃ (۱۵۱/۴ تا ۸۸۱، ابوالغادیہ رحمۃ اللہ علیہ) وما علینا إلا البلاغ (۵ رمضان ۱۴۲۷ھ)

ابو ثاقب محمد صفدر حضروی

سلفی

حافظ ابوسعید عبدالکریم بن محمد السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے سلفی کے بارے میں کہا: یہ سلف کی طرف نسبت ہے۔ [الانساب ۲۷۳/۳]
حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: (سلفی اسے کہتے ہیں) جو سلف کے مذہب پر ہو۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۲۱۱]

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

”لا عیب من أظهر مذهب السلف وانتسب إليه واعتزى إليه بل يجب قبول ذلك منه بالإتفاق فإن مذهب السلف لا يكون إلا حقاً“
جو شخص سلف کا مذہب ظاہر کرے اور سلفیت کی طرف نسبت کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کے اعلان کو قبول کرنا بالاتفاق واجب ہے کیونکہ سلف کا مذہب حق ہی ہے۔ [مجموع فتاویٰ ۱۴۹/۶]

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

غیر ثابت قصے

اکیسواں (۳۱) قصہ: ایک شخص کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قصہ
سیدنا ابوالعباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ
کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں کہ جس پر میں
عمل پیرا ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت فرمائے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ازهد في الدنيا يحبك الله وازهد فيما عند الناس يحبك الناس))

دنیا سے بے رغبت ہو جا۔ اللہ تجھ سے محبت کرے گا اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے

اُس سے بے نیاز ہو جا تو لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔ (منکر روایت ہے)

تخریج: یہ روایت ابن ماجہ (۴۱۰۲) عقیلی (۱۱/۲) ابو نعیم (حلیۃ الاولیاء ۳/۲۵۲)،
اخبار اصہبان (۲/۲۴۴) حاکم (۳/۳۱۳) بیہقی (شعب الایمان ۷/۳۳۴ ح ۵۲۲) و قال:
خالد بن عمرو (هذا ضعيف) طبرانی (المعجم الكبير ۶/۱۹۳ ح ۵۹۷) ابن عدی (الکامل
۳/۹۰۲) ابن حبان (روضة العقلاء ص ۱۴۱) القضاعی (مسند الشہاب ۱/۳۷۳)
ابن الجوزی (الحذائق ۳/۱۵۹) دیلمی (مسند الفردوس ۱/۵۲۴) اور ضیاء المقدسی نے
فضائل الاعمال (۶۹۴) میں ”خالد بن عمرو القرشي عن سفیان الثوري عن
أبي حازم عن سهل بن سعد“ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: یہ سند ساقط ہے۔ اس میں خالد بن عمرو القرشی ہے، اس کے متعلق احمد (بن حنبل)
نے فرمایا: یہ ثقہ نہیں اور بخاری نے فرمایا: یہ منکر الحدیث ہے.... ابو زرہ نے اس کی حدیث
پھینک دی....

حوالے: دیکھئے میزان الاعتدال (۲/۱۵۸) اور البحر دنی اسماء الرجال للذہبی (ص ۱۹۸)

ماہنامہ ”الحديث حفرہ“ 30 شمارہ: 31

رقم: ۱۵۸۷ [کتاب الضعفاء للبخاری: ۱۰۳، العلل لاحمد (۲۳۴/۲) ت ۱۶۸۴، دوسرا نسخہ:
(۵۱۲۲) سوالات البرزعی لابی زرعہ (۴۴۶/۲)]

علامہ فوزی فرماتے ہیں کہ میں نے ”الأضواء السماویة فی تخریج
أحادیث الأربعین النوویة“ میں اس کی تخریج پر تفصیلی بیان کیا ہے اور وہیں اس کے
طرق بھی بیان کئے ہیں اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

عرض مترجم: علامہ الفوزی کی یہ تخریج ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ البتہ ہمارے
استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ”ضعیف: خالد رماہ ابن معین بالکذب ونسبہ
صالح جزرة وغيره إلى الوضع (تق: ۱۶۶۰) وله متابعات مردودة و شواهد
ضعیفه“ خالد کو ابن معین نے کذب سے متهم کیا اور صالح جزرة اور دیگر محدثین نے اسے
حدیث گھڑنے کی طرف منسوب کیا۔ (تقریب التہذیب: ۱۶۶۰)
اس روایت کے کچھ مردود متابعات بھی ہیں اور کچھ ضعیف شواہد بھی۔

(ضعیف سنن ابن ماجہ: رقم ۴۱۰۲، انوار الصحیفہ ص ۳۶۸)

تنبیہ: خالد پر صالح جزرة کی یہ جرح با سند صحیح ثابت نہیں ہے لیکن امام احمد، امام بخاری اور
امام ابوحاتم الرازی وغیرہم کی شدید جرح ثابت ہے لہذا یہ متروک راوی ہے۔

تیسواں (۳۲) قصہ: اُم ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا کا قصہ

اُم ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب غزوہ بدر کے لئے
نکلے تو میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے بھی اپنے ساتھ غزوہ میں چلنے کی اجازت
دیتے، میں آپ کے مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی۔ شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت
نصیب فرما دے۔ رسول اللہ ﷺ فرمایا: ”اپنے گھر میں ٹھہری رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ
تمہیں شہادت عطا فرمائے گا۔“ آپ کو ”شہیدہ“ کہا جاتا تھا، آپ نے قرآن مجید پڑھ رکھا
تھا۔ آپ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے گھر میں ایک مؤذن رکھنے کی اجازت طلب کی۔

نبی ﷺ نے آپ کو اجازت دے دی۔ آپ کے پاس ایک تاحیات غلام اور ایک تاحیات لونڈی تھی۔ ایک رات وہ دونوں اٹھے اور آپ کے پاس آئے آپ کو ایک کمبل میں ڈھانک دیا، یہاں تک کہ (دم گھٹنے کی وجہ سے) فوت ہو گئیں تو وہ دونوں بھاگ گئے۔

صبح کے وقت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: جس کسی کو ان دونوں کے متعلق کچھ علم ہو یا کسی نے انھیں دیکھا ہو تو انھیں میرے پاس لے آئیں۔ (جب وہ لائے گئے) تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں پھانسی دینے کا حکم دیا۔ یہ دو پہلے آدمی تھے جنھیں مدینے میں سب سے پہلے پھانسی دی گئی۔ (یہ ضعیف روایت ہے۔)

تخریج: یہ روایت امام بخاری (التاریخ الصغیر ۷/۷۰) اسحاق بن راہویہ (المسند ۲۳۵/۵) احمد (المسند ۶/۴۰۵) دارقطنی (۴۰۳/۱) ابن المنذر (الوسط ۲/۲۲۶) ابن سعد (الطبقات الکبریٰ ۸/۴۵۷) ابو نعیم (حلیۃ الاولیاء ۲/۶۳) بیہقی (السنن الکبریٰ ۳/۱۳۰) اور المروزی نے قیام رمضان (ق ۹۸/ط) میں ’الولید بن جمیع: حدثتني جدتي لیلیٰ بنت مالک عن أم ورقة‘ کی سند سے بیان کی ہے۔

جرح: اس کی سند ضعیف ہے اس میں لیلیٰ بنت مالک ہیں اور یہ پہچانی نہیں جاتیں جیسا کہ تقریب التہذیب (۸۸۱۳) میں ہے۔

اس کی متابعت: عبدالرحمن بن خلاد نے أم ورقة سے یہی روایت بیان کر کے لیلیٰ بنت مالک کی متابعت کی ہے۔ ابوداؤد (۳۹۷/۱) اور ابن خزیمہ (۸۹/۳) نے ’الولید بن جمیع عن عبدالرحمن بن خلاد عن أم ورقة‘ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے اور ابوداؤد (۳۹۶/۱) احمد (۴۰۵/۶) حاکم (۲۰۳/۱) بیہقی (۱۳۰/۳) طبرانی (المعجم الکبیر ۲۵/۱۳۵) ابن الجارود (المستقی ص ۱۴۰ ح ۳۳۳) ابن ابی عاصم (الاحاد والمثنائی ۶/۱۹۳) اور ابن الاثیر (اسد الغابۃ ۷/۴۰۸) نے ’الولید بن جمیع عن لیلیٰ بنت مالک وعبدالرحمن بن خلاد الأنصاري عن أم ورقة الأنصارية‘ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔

علامہ فوزی کہتے ہیں: یہ سند ضعیف ہے اس میں عبد الرحمن بن خلاد الانصاری ہے اور یہ مجہول ہے جیسا کہ تقریب التہذیب (۳۸۵/۵) وقال: مجہول الحال) میں ہے اور لیلیٰ بنت مالک بھی پہچانی نہیں جاتی لہذا یہ ایسی متابعت ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۳/۸۹۷ح ۱۶۷) میں ”الولید بن جمیع عن لیلیٰ بنت مالک عن أبيها عن أم ورقة“ کی سند سے یہ روایت بیان کی ہے۔ (لیلیٰ اپنے والد سے روایت کر رہی ہے) حافظ مزنی نے تہذیب الکمال (۲۵/۳۹۱) میں ”الولید بن جمیع عن عبد الرحمن بن خلاد عن أبيه عن أم ورقة“ کی سند سے یہ روایت بیان کی۔ (عبد الرحمن اپنے والد سے روایت کر رہے ہیں) پھر اس طرح یہ روایت ”مضطرب الإسناد“ بھی ہے۔ سند کا اضطراب بھی ضعف کے اسباب میں سے ایک ہے۔ پس کبھی الولید عن عبد الرحمن بن خلاد عن أم ورقة سے، کبھی عن الولید عن لیلیٰ بنت مالک عن أم ورقة، کبھی عن عبد الرحمن بن خلاد عن لیلیٰ بنت مالک عن أم ورقة، کبھی عن الولید عن أبيها عن أم ورقة اور کبھی عن الولید عن عبد الرحمن بن خلاد عن أبيه عن أم ورقة کی سند سے یہ روایت مروی ہے۔

یہ اضطراب حدیث کے ضعف کا موجب بنتا ہے اور اس اضطراب کی طرف حافظ مزنی نے بھی تہذیب الکمال (۲۵/۳۹۱) میں اشارہ فرمایا ہے۔

اور میں آخر میں کہوں گا کہ احادیث کے ضعیف و مجہول طرق شمار میں نہیں لائے جاتے اگرچہ وہ بکثرت ہوں متعدد ہوں اور نہ ہی مجہولین، متروکین اور متہمین کے طرق کو بطور شاہد لے سکتے ہیں جیسا کہ اصول حدیث میں یہ مسئلہ طے شدہ ہے۔

[تنبیہ بلغ: عبد الرحمن بن خلاد کو ابن حبان، ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے تصحیح حدیث کے ذریعے سے ثقہ قرار دیا ہے لہذا وہ صدوق راوی ہے۔ لیلیٰ بنت مالک کو بھی ابن خزیمہ اور ابن الجارود نے تصحیح حدیث کے ذریعے سے ثقہ قرار دیا ہے لہذا ان کی حدیث بھی حسن ہوتی ہے۔ عبد الرحمن بن خلاد اور لیلیٰ بنت مالک کو مجہول قرار دینا غلط ہے۔ روایت کی تصحیح اس

کے راویوں کی توثیق ہوتی ہے۔ دیکھئے نصب الرایۃ (۲۶۴/۳، ۱۴۹/۱) والصحیحۃ (۱۶۷/۷، ۳۰۰) ولید بن جمیع عن عبد الرحمن بن خلد عن اُم ورقہ، ولید عن لیلیٰ بنت مالک عن اُم ورقہ اور ولید عن عبد الرحمن بن خلد و لیلیٰ بنت مالک عن اُم ورقہ ایک ہی سند ہیں جس میں کوئی اضطراب نہیں، ولید نے دونوں سے سنا ہے۔ بعض دفعہ مکمل سند و متن اور بعض دفعہ مختصر سند و متن بیان کرنا اضطراب کی دلیل نہیں ہوتا۔ تہذیب الکمال والی روایت بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ صحیح ابن خزیمہ والی روایت میں ”عن أبيها“ کا لفظ شاذ ہے۔ اگر اسے شاذ نہ بھی مانا جائے تو لیلیٰ بنت مالک کی روایت میں یہ اختلاف عبد الرحمن بن خلد کی روایت میں اضطراب کی دلیل نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ روایت بلحاظ سند حسن ہے۔ اسے ابن خزیمہ اور ابن الجارود کے علاوہ شیخ البانی نے بھی ”إسناده حسن“ قرار دیا ہے۔ نیز دیکھئے صحیح ابن خزیمہ (۸۹/۳) تحت (۱۶۷/۷) اور ماہنامہ الحديث: ۱۵، ص ۲۰، ۱۹ [

نماز میں رفع یدین اور مدینہ منورہ کی کتاب حافظ طارق مجاہدیز مانی

”مالك عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابن عمر قال: أن رسول الله ﷺ كان إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع دفعهما كذلك وقال: ((سمع الله لمن حمده، ربنا ولك الحمد)) وكان لا يفعل ذلك في السجود“ (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے کندھوں تک رفع یدین کرتے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو اسی طرح رفع یدین کرتے اور فرماتے: ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ)) اور سجدوں میں یہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔ (موطأ امام مالک روایت عبد الرحمن بن القاسم، مطبوعہ جدہ سعودی عرب ص ۱۱۳ ح ۵۹ و سندہ صحیح، موطأ محمد بن الحسن الشیبانی مع التعلیق لمجد ص ۸۹، الزہری صرح بالسماع عند البخاری: ۷۳۶)

تنبیہ: موطأ امام مالک روایت یحییٰ بن یحییٰ (۱۶۰/۷ ح ۱۶۰) سے رکوع سے پہلے والے رفع یدین کا ذکر کر رہا ہے۔

ابن بشیر الحسینی

چہرے کے احکام

چہرے کے احکام درج ذیل ہیں:

مرد کے چہرے کے احکام

جن موقعوں پر چہرے کو قبلہ رخ کرنا ضروری یا مسنون ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱: اذان دیتے وقت قبلہ رخ کھڑا ہونا ضروری ہے۔ سیدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کے سامنے مؤذن نے قبلہ رخ ہو کر اذان دی تھی۔ (مسند السراج: ۶۱، وسندہ صحیح)

اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ امام ابن المذر فرماتے ہیں:

”أجمع أهل العلم على أن من السنة أن تستقبل القبلة بالأذان“

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ اذان میں قبلہ رخ ہونا سنت ہے۔ (الاصط ۲۸/۳)

نیز فرماتے ہیں کہ ”وأجمعوا على أن من السنة أن تستقبل القبلة بالأذان“

اور اس پر اجماع ہے کہ اذان دیتے وقت قبلہ رخ ہونا چاہئے۔ (الاجماع ص ۷، فقرہ: ۳۹)

نیز دیکھئے موسوعة الاجماع في الفقه الاسلامي (۹۳/۱)

۲: نماز پڑھتے وقت قبلہ رخ ہونا فرض ہے۔ مسلمان ہونے کے لئے شرط ہے کہ وہ نماز قبلہ رخ ہو کر پڑھے، جس نے اس کا انکار کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا وأكل ذبيحتنا فذلك المسلم...“ جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ (بیت اللہ) کی طرف (نماز پڑھتے وقت) رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وہ (مسلم) ہے۔ (صحیح البخاری: ۳۹۱)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾

اور تم جہاں بھی ہو (نماز میں) اپنا رخ اسی (قبلے کی) طرف پھیر دو۔ (البقرہ: ۱۴۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إذا قمت إلى الصلوة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فكبر)) جب تم نماز (کے ارادے) کے لئے کھڑے ہو تو پورا وضو کرو پھر قبلے کا رخ کرو اور تکبیر (اللہ اکبر) کہو۔ (صحیح بخاری: ۶۲۵۱ و صحیح مسلم: ۴۶/۳۹۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ ”قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنے پر اجماع ہے“ (فتح الباری ۶/۶۳۱)

فائدہ: قبلہ سے کیا مراد ہے، بیت اللہ یا تمام مسجد حرام؟

امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے باب باندھا ہے کہ ”باب ذکر الدلیل علی أن القبلة أنما هي الكعبة لجميع المسجد الحرام وأن الله عز وجل إنما أراده بقوله: ﴿قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ (البقرہ: ۱۴۴) لأن الكعبة في المسجد الحرام وإنما أمر النبي ﷺ والمسلمين أن يصلوا إلى الكعبة إذا قبلوا إنما هي الكعبة لا المسجد كله، إذ إسم المسجد يقع على كل موضع يسجد فيه“ اس دلیل کو ذکر کرنے کا باب کہ قبلہ (سے مراد) کعبہ ہے نہ کہ تمام مسجد حرام اور اللہ تعالیٰ نے اپنے قول ﴿قَوْلٍ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ سے یہ کعبہ مراد لیا ہے کیونکہ کعبہ مسجد حرام میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کو کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبلہ کعبہ ہی ہے نہ کہ تمام مسجد اور مسجد کا اطلاق ہر اس جگہ پر ہوتا ہے جس پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲/۲۴۱ قبل ۲۴۲ ج ۴۳۲)

اس باب کے تحت امام صاحب نے کافی دلائل نقل کئے ہیں، تفصیل کے لئے اس کی طرف رجوع کریں۔

۳: فرض نماز سواری سے نیچے اتر کر قبلہ رخ ہو کر پڑھنا فرض ہے۔ سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر (نفل نماز) پڑھتے، اس کا رخ مشرق (غیر قبلہ) کی طرف ہوتا جب آپ (ﷺ) فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اترتے اور قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹۹)

فائدہ: اگر غلطی سے غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھ لی جائے تو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔
امام بخاری نے اس کی طرف باب باندھ کر اشارہ کیا ہے: ”باب ماجاء فی القبلة، ومن
لم یبر الإعادة علی من سها، فصلی الی غیر القبلة“ باب ان احادیث کے بارے
میں جو قبلہ کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور اس شخص کے بارے میں جو بھول کر اگر غیر قبلہ کی
طرف نماز پڑھ لے تو اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (صحیح بخاری قبل ج ۲۰۲)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم (محدثین) کا یہی موقف ہے کہ جب بادل یا کوئی اور
عارضہ ہو اور آدمی نے نماز غیر قبلہ کی طرف پڑھ لی ہو پھر اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے تو
نماز غیر قبلہ کی طرف پڑھی ہے اس کی نماز ہو گئی ہے (دہرانے کی ضرورت نہیں) سفیان
ثوری، ابن المبارک، احمد اور اسحاق (بن راہویہ) اسی کے قائل ہیں (سنن الترمذی تحت ج ۳۴۵)
۴: قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا مستحب ہے۔ محدثین کرام نے قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے کے
ابواب قائم کئے ہیں اور قبلہ رخ ہونے کو دعا کے آداب میں شمار کیا ہے۔ مثلاً:

امام بخاری باب الدعاء مستقبل القبلة (صحیح بخاری قبل ج ۳۳۳)

فائدہ: رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل موقعوں پر قبلہ رخ ہو کر دعا کی ہے:

① نماز استسقاء سے پہلے

”استقبل القبلة یدعو ثم حول رداءه ثم صلی لنا رکعتین...“

رسول اللہ ﷺ نے قبلہ رخ ہو کر دعا کی پھر آپ نے اپنی چادر کو پلٹا پھر ہمیں دو

رکعت نماز پڑھائی۔ (صحیح بخاری: ۱۰۲۵)

فائدہ: اگر امام منبر پر خطبہ دے رہا ہے اور اس نے بارش کے لئے دعا مانگی ہو تو پھر
استقبال قبلہ کے بغیر ہی دعا مانگی چاہئے۔ (صحیح بخاری: ۱۰۱۸)

② جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہو کر چند قدم آگے جا کر قبلہ رخ ہونا:

رسول اللہ ﷺ جب جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مارنے سے فارغ ہوتے تو چند قدم آگے جا کر
آپ قبلہ رخ کھڑے ہوتے اور دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو بلند کرتے۔ (صحیح بخاری: ۱۷۵۳)

③ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک گروہ کے خلاف قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔

(صحیح بخاری: ۳۹۶۰، صحیح مسلم ۱۱۰/۹۴)

۵: قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا۔ دیکھئے صحیح بخاری (۱۵۵۳)

امام بخاری نے اسی پر باب باندھا ہے کہ ”باب الإہلال مستقبل القبلة“ قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا۔ واللہ أعلم بالصواب

۶: قبر میں میت کے صرف چہرے کو نہیں بلکہ مکمل جسم کو قبلہ رخ (دائیں پہلو پر لیٹنے کی طرح) کرنا چاہئے (جیسا کہ مسلمانوں کا متواتر عمل ہے)۔ دیکھئے (المحلی ۵/۱۷۳، مسئلہ: ۶۱۵) ان سے شیخ البانی نے نقل کیا ہے۔ (احکام الجنائز ص ۱۵۱)

جن موقعوں پر چہرے کو قبلہ رخ کرنا ضروری نہیں

۱: نفلی نماز اگر سواری پر پڑھنی ہے تو اس کے لئے قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نفلی نماز سواری پر پڑھا کرتے تھے اور سواری قبلہ رخ نہیں ہوتی تھی۔ (صحیح بخاری: ۱۰۹۴)

انس بن سیرین نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سواری پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور سواری کا منہ قبلہ کی دائیں طرف تھا، انھوں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے تجھے قبلہ کے علاوہ (کسی اور طرف منہ کر کے) نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے تو انھوں (انس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی نہ کرتا (صحیح بخاری: ۱۱۰۰)

۲: حالت اضطراب، مثلاً لیٹ کر نماز پڑھنے میں یا صلاة الخوف میں قبلہ رخ ہونا ضروری نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (البقرہ: ۲۸۶)

۳: مرنے والے کے چہرہ کو قبلہ رخ کرنا مستحب ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے وفات کے وقت اپنا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر رکھا تھا۔

(مناقب احمد ص ۴۰۶ وسندہ صحیح بحوالہ ماہنامہ الحدیث: ۲۶ ص ۱۸)
حافظ ابن حزم فرماتے ہیں کہ (میت کو) قبلہ رخ کرنا اچھا ہے اگر نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ﴿فَإَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ﴾ اور کوئی نص (صحیح حدیث) میت کو قبلہ رخ کرنے کے متعلق نہیں آئی۔ امام شعبی نے کہا کہ کرو یا نہ کرو آپ کی مرضی ہے... (الحلی ۳۰/۵، ۱۷۴، مسئلہ: ۶۱۶)

جن موقعوں پر قبلہ رخ ہونا منع ہے

۱: قبلہ رخ ہو کر قضائے حاجت کرنا منع ہے۔ سیدنا ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إِذَا أَتَى أَحَدُكُمْ الْغَائِطَ فَلَا يَسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ)) جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کے لئے آئے تو وہ قبلہ کی طرف منہ نہ کرے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۴)

قبلہ رخ پیشاب کی ممانعت کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (۲۶۴/۵۹)

چہرے کو دھونے کے احکام

چہرے کو دھونے کے احکام درج ذیل ہیں:

۱: وضو میں چہرے کا دھونا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ﴾ اے ایمان والو! جب نماز ادا کرنے کے لئے اٹھو تو پہلے اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھو لو۔ (المائدہ: ۶)

امام نسائی نے سنن التسانی (۱۵۱) میں سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی حدیث پر باب قائم کیا ہے: ”باب غسل الوجه“ چہرے کو دھونے کا بیان۔

۲: وضو میں چہرے کو ایک مرتبہ دھونا بھی مسنون ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”توضأ النبي ﷺ مرة مرة“

رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو ایک ایک مرتبہ دھویا۔ (صحیح بخاری: ۱۵۷)

۳: دو مرتبہ دھونا بھی جائز ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”أن النبی ﷺ توضأ مرتین مرتین“

بے شک رسول اللہ ﷺ نے وضو میں ہر عضو کو دو دو مرتبہ دھویا۔ (صحیح بخاری: ۱۵۸)

۴: اعضائے وضو کو تین مرتبہ دھونا مسنون ہے۔ حمران مولیٰ عثمان نے سیدنا عثمان بن

عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا اس میں یہ بھی ہے کہ ”ثم غسل وجهه ثلاثاً“ پھر

آپ (ﷺ) نے اپنے چہرے (مبارک) کو تین مرتبہ دھویا۔

(صحیح بخاری: ۱۵۹، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس حدیث کو مرفوع بیان کرتے ہیں)

۵: تین دفعہ سے زیادہ مرتبہ چہرے (وضو کے اعضاء) کو نہیں دھونا چاہئے۔

عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے لمبی روایت جس میں ایک اعرابی رسول اللہ

ﷺ کے پاس آکر وضو کے بارے میں سوال کرتا ہے آپ (ﷺ) نے اسے وضو کے

اعضاء کا تین تین بار دھونا سکھایا اور فرمایا کہ اس طرح (کامل) وضو ہے، پھر جو شخص اس

(تین تین بار دھونے) پر زیادہ کرے پس تحقیق اس نے (سنت کو چھوڑنے کی وجہ سے) برا

کیا اور (رسول اللہ ﷺ کی سنت کی مخالفت کر کے اپنے آپ پر) ظلم کیا۔

(ابوداؤد: ۱۳۵، وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”عنقریب اس امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو وضو

میں زیادتی کریں گے اور دعا میں بھی۔ (ابوداؤد: ۹۶، وسندہ صحیح)

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا:

”وبین النبی ﷺ أن فرض الوضوء مرة مرة، وتوضأ أيضاً مرتین، وثلاثاً، ولم

یزد علی ثلاث و کرہ أهل العلم الإسراف فیہ، وأن یجاوزوا فعل النبی ﷺ“

رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا کہ وضو (کے اعضاء کو دھونا) ایک ایک بار فرض ہے اور

آپ ﷺ نے اس (تین مرتبہ) پر زیادتی نہیں کی اور علماء (محدثین) نے اس میں زیادتی کرنے کو مکروہ (حرام) سمجھا ہے اور اس کو بھی کہ رسول اللہ ﷺ کے فعل سے تجاوز کیا جائے۔ (صحیح بخاری قبل ج ۱۳۵)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ”فبين الشارع أن المرة الواحدة للإيجاب وما زاد عليها للاستحباب“ شارع علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ (وضو کے اعضاء کو) ایک مرتبہ (دھونا) واجب (فرض) ہے اور اس سے زائد (دو دو یا تین تین) مرتبہ (دھونا) مستحب ہے۔ (فتح الباری ۳۱۰/۱)

۶: چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ دھونا چاہئے۔
دیکھئے صحیح بخاری (۱۴۰) امام بخاری نے اس پر باب باندھا ہے کہ ”باب غسل الوجه باليدین من غرفة واحدة“ چہرے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایک چلو سے دھونا۔
۷: وضو میں چہرہ دھونے کی وجہ سے چہرے کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
(إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلَّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بَعَيْنُهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ...))
جب مسلمان یا مومن وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ نکل جاتے ہیں جو اس نے اپنی آنکھوں سے کئے ہیں۔ (صحیح مسلم: ۱۲۵/۱)

۸: وضو میں چہرے کو دھونے کی وجہ سے چہرہ قیامت کے دن روشن ہوگا۔
سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:
(إِنَّ أُمَّتِي يُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ غُرًّا مُحَجَّلِينَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوءِ))
یقیناً میری امت کو قیامت کے دن بلایا جائے گا (اور) وہ وضو کے آثار کی وجہ سے سفید پیشانی اور سفید اعضاء والی ہوگی۔ (صحیح البخاری: ۱۳۶۰ واللفظ لہ، صحیح مسلم: ۲۴۲)

سو کراٹھتے وقت چہرے کو دھونا

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَضَىٰ حَاجَتَهُ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ“ رسول اللہ ﷺ رات کو (نیند سے) بیدار ہوئے آپ (ﷺ) نے قضاے حاجت کی پھر چہرے اور دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر آپ (ﷺ) سو گئے۔ (صحیح مسلم: ۳۰۴۰ دارالسلام: ۶۹۸)

تیمم میں چہرے کا مسح کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنْ كُنْتُمْ مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ط﴾

ہاں اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت سے آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تمہیں پانی نہ مل رہا ہو تو پاک مٹی سے کام لو۔ پھر اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کر لو۔ (المائدہ: ۶)

چہرے پر مسح کا ذکر درج ذیل احادیث میں ہے:

سیدنا ابو جہیم بن الحارث بن الصمۃ الانصاری رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث (صحیح بخاری: ۳۳۷)
سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث (صحیح بخاری: ۳۳۸)
فائدہ: پہلے ہاتھوں کا پھر چہرے کا مسح کرنا چاہئے۔ (صحیح البخاری: ۳۳۷)

اذان میں چہرے کے احکام

- ۱: مؤذن قبلہ رخ ہو کر اذان کہے۔ (دیکھئے مرد کے چہرے کے احکام: ۱)
- ۲: مؤذن حی علی الصلاة اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں اور بائیں طرف چہرہ کو موڑے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۶۳۴ صحیح مسلم: ۵۰۳/۲۴۹)

نماز میں چہرے کے احکام

- ۱: قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے۔ (دیکھئے مرد کے چہرے کے احکام: ۲)
- ۲: نماز پڑھتے وقت چہرے کے سامنے سترہ کا اہتمام کرنا۔
- سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”أن رسول الله ﷺ كان إذا خرج يوم العيد أمر بالحربة فتوضع بين يديه فصلّي إليها..“ جب رسول اللہ ﷺ نماز عید کے لئے نکلتے آپ نیزہ کا حکم دیتے۔ نیزہ آپ (ﷺ) کے سامنے قبلہ کی طرف گاڑا جاتا آپ (ﷺ) اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ (صحیح بخاری: ۴۹۴)
- نیز دیکھئے صحیح بخاری (۴۹۵) و صحیح ابن خزيمة (۸۴۰)
- [تنبیہ: سترہ رکھنا واجب نہیں بلکہ سنت اور مستحب ہے۔ دیکھئے مسند الزہری بحوالہ شرح صحیح بخاری لابن بطلال ۵/۲۷۱ و سندہ حسن۔ / زع]
- ۳: امام سلام پھیرتے وقت پہلے دائیں طرف چہرہ کر کے سلام کہے پھر بائیں طرف۔
- سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دائیں طرف سلام پھیرتے (تو کہتے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور بائیں طرف سلام پھیرتے (تو کہتے) السلام علیکم ورحمۃ اللہ (ابوداؤد: ۹۹۶ ترمذی: ۲۹۵ و صحیح و صحیح بخاری: ۵۸۲)
- فائدہ: نماز جنازہ میں صرف دائیں طرف سلام پھیرنا چاہئے۔
- (ماہنامہ الحدیث: ۱۷ ص ۳۷ و مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۳۰۷ ح ۱۱۴۹۱ و سندہ صحیح)
- ۴: امام کا نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف چہرہ کرنا۔
- سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”كان النبي ﷺ إذا صلى صلاة أقبل علينا بوجهه“ جب نبی ﷺ نماز پڑھا لیتے تو ہماری طرف رخ کرتے۔
- (صحیح بخاری: ۸۴۵)
- فائدہ نمبر ۱: امام کو عام طور پر بائیں طرف سے پھرنا چاہئے۔

ماہنامہ ”الحديث“ حضور ﷺ
شمارہ: 31

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”لقد رأيت النبي ﷺ كثيراً
ينصرف عن يساره“ البتہ تحقیق میں نے نبی ﷺ کو اکثر بائیں طرف پھرتے ہوئے
دیکھا۔ (صحیح بخاری: ۸۵۲، صحیح مسلم: ۷۰۷)

فائدہ نمبر ۲: امام عام طور پر دائیں طرف سے بھی پھر سکتا ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”أما أنا فأكثر ما رأيت رسول الله ﷺ
ينصرف عن يمينه“ میں نے تو دیکھا ہے کہ عام طور پر رسول اللہ ﷺ سلام کے بعد
دائیں طرف سے پھرتے تھے۔ (صحیح مسلم: ۷۰۸)

معلوم ہوا کہ امام دونوں طرف (دائیں اور بائیں) سے پھر سکتا ہے۔

تنبیہ: بعض الناس سلام پھیرنے کے بعد شمال کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں جس کا
کوئی ثبوت کتاب و سنت میں نہیں ہے۔

امام کو کتنی دیر نماز سے سلام پھیرنے کے بعد مقتدیوں کی طرف اپنا چہرہ کرنا چاہئے؟

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ”أن النبي ﷺ كان إذا سلم يمكث في
مكانه يسيراً“ جب رسول اللہ ﷺ سلام پھیرتے تو تھوڑی دیر اپنی جگہ پر بیٹھتے۔
(صحیح بخاری: ۵۴۹)

تھوڑی دیر کی مدت کتنی تھی؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو صرف
اتنی دیر (قبلہ رخ) بیٹھتے جتنی دیر میں ”اللهم أنت السلام ومنك السلام
تباركت يا ذا الجلال والإكرام“ پڑھ لی جاتی ہے۔ (صحیح مسلم: ۵۹۲)

پھر آپ مقتدیوں کی طرف پھر جاتے۔

نماز میں چہرہ کو ڈھانپنا منع ہے۔

سالم بن عبداللہ بن عمر جب کسی کو دیکھتے تھے کہ وہ نماز میں اپنا چہرہ ڈھانپنے ہوئے ہے تو وہ

زور سے کپڑا کھینچ دیتے تھے، یہاں تک کہ اس کا چہرہ کھل جاتا۔ (موطأ امام مالک ج ۱ ص ۳۰ سندہ صحیح)

خطبہ جمعہ اور چہرے کے احکام

خطبہ جمعہ سنتے ہوئے لوگوں کا اپنا چہرہ خطیب کی طرف اور خطیب کا خطبہ جمعہ دیتے وقت سامعین کی طرف اپنے چہرے کو متوجہ کرنا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن ممبر کی طرف چہرہ کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۱۸/۲ ج ۱ ص ۵۲۳۳ سندہ صحیح)
اس طرح کے آثار دوسرے اسلاف مثلاً قاضی شریح، امام شعبی، نصر بن انس اور ابراہیم نخعی سے بھی ثابت ہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۱۸/۲ ج ۱ ص ۵۲۳۳ سندہ صحیح)

نیز دیکھئے صحیح بخاری (قبل ج ۹۲۱)

[تنبیہ: خطیب کا منبر پر چڑھتے وقت سامعین کو سلام کہنا کسی صحیح یا حسن حدیث سے ثابت نہیں ہے لہذا سلام کے بغیر خطبہ دینا بھی صحیح ہے اور عام احادیث مجلس کو مد نظر رکھتے ہوئے خطیب کا لوگوں کو سلام کہنا بھی جائز ہے۔]

حج یا عمرہ اور چہرے کے احکام

۱: تلبیہ قبلہ رخ ہو کر کہنا۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۱۵۵۳)

۲: صفا اور مردہ پر چڑھ کر جہاں سے بیت اللہ نظر آئے تو اس کی طرف اپنا چہرہ کر کے یہ دعا کرنی چاہئے: ”لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك، وله الحمد، وهو على كل شيء قدير، لا إله إلا الله وحده، انجز وعده، ونصر عبده، وهزم الأحزاب وحده“ (صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

۳: جمرہ اولیٰ کو کنکریاں مار کر چند قدم اس سے آگے بڑھ کر قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا۔

(صحیح بخاری: ۱۷۵۳) ←

اعلان

ماہنامہ الحدیث حضور: ۳۰ ص ۵۲ پر کمپوزنگ کی غلطی سے ”حسین احمد ٹانڈوی مدنی کی کتاب ایضاح الادلہ“ چھپ گیا ہے جبکہ صحیح ”محمود حسن دہلوی مدنی کی کتاب ایضاح الادلہ“ ہے۔ حافظ زبیر علی زئی (۲ نومبر ۲۰۰۶ء)

چہرے پر مارنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إذا ضرب أحدكم فليق الوجه))
جب تم میں سے کوئی کسی کو مارے تو چہرے پر نہ مارے۔

(سنن ابی داود: ۴۳۹۳ وسندہ حسن لذاتہ وللحدیث شواہد عند احمد ۲/۴۳۴ ح ۹۶۰ وغیرہ)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إذا قاتل أحدكم فليجنب الوجه)) جب تم میں سے کوئی جھگڑا کرے تو اس کے چہرے (پر مارنے سے) پرہیز کرے۔ (صحیح بخاری: ۲۵۵۹ صحیح مسلم: ۲۶۱۲ وفی روایہ عنہ: إذا ضرب أحدكم)

جو لوگوں سے (بغیر شرعی عذر کے) مانگتا رہتا ہے، اس کے چہرے پر قیامت کے دن گوشت نہیں ہوگا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما يزال الرجل يسأل الناس حتى يأتي يوم القيامة ليس في وجهه مزعة لحم))
جو شخص لوگوں سے ہمیشہ سوال کرتا رہتا ہے قیامت کو وہ اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہیں ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۱۴۷۴، صحیح مسلم: ۱۰۴۰)

میدان جہاد میں چہرے پر غبار

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يجتمع غبار في سبيل الله ودخان جهنم في وجه رجل أبدا...))
کسی آدمی کے چہرے پر اللہ کے راستے میں پڑنے والا غبار اور جہنم کی آگ جمع نہیں ہو سکتے۔ (سنن النسائی: ۱۳۶۶ ح ۳۱۱۳ وسندہ حسن)

دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا۔

ابونعیم وہب بن کیسان فرماتے ہیں کہ ”رأيت ابن عمر وابن الزبير يدعوان
يديهما بالراحتين على الوجه“ میں نے ابن عمر اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو دیکھا آپ

دونوں دعا کرتے تھے اور اپنی ہتھیلیوں کو منہ پر پھیرتے تھے۔“ (الادب المفرد: ۶۰۹ وسندہ حسن)
امام معمر بھی دعائیں چہرے پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ۱۲۳۸ ج ۵۰۱ وسندہ حسن)
فائدہ: دعائے قنوت یا دعائے وتر میں دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر نہیں پھیرنا چاہئے۔
امام بیہقی نے کہا: نماز میں یہ عمل نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے نہ کسی اثر سے اور نہ قیاس
سے لہذا بہتر یہی ہے کہ نماز میں یہ نہ کیا جائے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۱۲)

عورت کے چہرے کے احکام

بعض احکام میں عورت اور مرد کا چہرہ مشترک ہے۔

مثلاً نماز قبلہ رخ ہو کر پڑھنا، قبلہ رخ ہو کر دعا کرنا، قبلہ رخ ہو کر تلبیہ کہنا، قبر میں میت کے
پورے جسم کو قبلہ رخ کرنا، قبلہ رخ ہو کر پیشاب کرنا منع ہے، چہرے کو دھونے کے احکام، تیمم
میں چہرے کے احکام، نماز پڑھتے وقت سترہ کا اہتمام کرنا، حج یا عمرہ میں چہرہ کے احکام،
لڑائی اور چہرے کے احکام، جو لوگوں سے سوال کرتا ہے اس کے چہرے پر قیامت کے دن
گوشت نہیں ہوگا، جس کے چہرے پر اللہ کی راہ میں غبار پڑا وہ چہرہ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا۔
دعا کے بعد دونوں ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا۔

ان احکام کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن بعض وہ احکام ہیں جو صرف عورت کے ساتھ خاص ہیں
وہ درج ذیل ہیں:

۱: عورت کا اپنے چہرے کو غیر محرم مردوں سے چھپانا ضروری ہے۔

[تنبیہ: عورت کا غیر محرم مردوں سے چہرہ چھپانا مستحب اور بہتر ہے۔]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ
جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا﴾
اے نبی اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی

چادروں کے پلو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں اس طرح زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ستایا نہ جائے اور اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(الاحزاب: ۵۹)

﴿يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَّابِيَهِنَّ ط﴾ کی تفسیر میں عبیدہ السلمانی نے وضاحت کی ہے کہ عورت اپنے چہرے کو چھپائے گی جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

۲: امہات المؤمنین کا پردہ کا اہتمام کرنا: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ایک واقعہ میں بیان کرتی ہیں کہ ”جب صفوان رضی اللہ عنہ ادھر آئے تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ پردے کے حکم سے پہلے وہ مجھے دیکھ چکے تھے مجھے پہچان کر اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو اس کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانک لیا۔“ (صحیح بخاری: ۴۱۴۱، صحیح مسلم: ۲۷۷۰)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ”کنا نغطي وجوهنا من الرجال“ ہم اپنے چہروں کو مردوں سے چھپاتی تھیں۔ (صحیح ابن خزیمہ ۲۰۳/۲ ح ۲۶۹۰ وسندہ صحیح واللفظ لہ، موطاً امام مالک ۳۲۸/۱ ح ۳۳۷ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ”حاجی کے شب وروز“ ص ۸۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حج میں شرعی ضرورت کے وقت عورتوں کے لئے اپنا چہرہ ڈھانپنا جائز ہے۔ امام محمد بن سیرین نے اللہ کے فرمان ”يُذْنِبْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَّابِيَهِنَّ ط“ کے متعلق عبیدہ السلیمانی سے سوال کیا تو انھوں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور اپنی بائیں آنکھ ظاہر کی (صرف بائیں آنکھ دیکھنے کے لئے ظاہر کی اور سارا چہرہ ڈھانپ لیا۔)

(تفسیر ابن جریر ۳۳/۲۲ وسندہ صحیح)

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ ”حقیقتاً جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو سر سمیت عورت کے پورے بدن کو ڈھانپ دے“ (مجموع الفتاویٰ ۱۱۰/۲۲)

[تنبیہ: محدث البانی رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے لئے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا چھپانا واجب نہیں ہے۔ دیکھئے ”جلباب المرأة المسلمة في الكتاب والسنة“]

۳: عمر رسیدہ عورت کے لئے چہرہ چھپانا ضروری نہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
﴿وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَأَنْ يَسْتَغْفِنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۖ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾
اور بوڑھی عورتیں جو نکاح کی امید نہ رکھتی ہوں وہ اگر اپنی چادریں اتار (کر سرنگا کر) لیا
کریں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زیب و زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں تاہم اگر وہ
(چادر اتارنے سے) پرہیز ہی کریں تو یہی بات ان کے حق میں بہتر ہے اور اللہ سب کچھ
سنتا، جانتا ہے۔ (النور: ۶۰)

۴: منگنی کرنے سے پہلے اپنی مخطوبہ کا چہرہ دیکھنا جائز ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی کسی عورت سے منگنی کرنا چاہتا ہو اگر
اسے دیکھنے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے دیکھ لے۔“

(مسند احمد ۳۶۰۳ و سندہ حسن، سنن ابی داود: ۲۰۸۲ و صحیح الحاکم علی شرط مسلم ۱۶۵/۲، ووافقہ الذہبی و حسنہ الحافظ
ابن حجر فی فتح الباری ۱۸۱/۹ تحت ح ۵۱۲۵)

۵: نماز میں عورت اپنے چہرے کو نہ ڈھانپے۔
اگر عورت گھر میں محرم مردوں کے پاس نماز پڑھ رہی ہے تو اپنا چہرہ نہ ڈھانپے لیکن
غیر محرم بھی موجود ہوں تو اپنے چہرے کو ڈھانپ کر نماز پڑھے۔

رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کی ایک جھلک

۱: رسول اللہ ﷺ کا چہرہ سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت تھا۔

(صحیح بخاری: ۳۵۴۹، صحیح مسلم ۲۳۳۷/۹۳ و دار السلام: ۶۰۶۰)

۲: آپ ﷺ کا چہرہ چاند جیسا (خوبصورت اور پر نور) تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۵۲)

۳: جب آپ خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسے چمک اٹھتا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔

(صحیح بخاری: ۳۵۵۶، صحیح مسلم: ۶۹۷۲، دار السلام: ۷۰۱۶)

- ۴: آپ ﷺ کے چہرے کی (خوبصورت) دھاریاں بھی چمکتی تھیں۔
(صحیح بخاری: ۳۵۵۵، صحیح مسلم: ۱۴۵۹، دارالسلام: ۳۶۱۷)
- ۵: نبی ﷺ کا چہرہ سورج اور چاند کی طرح (خوبصورت، ہلکا سا) گول تھا۔
(صحیح مسلم: ۲۳۴۱، دارالسلام: ۶۰۸۴)
- ۶: آپ ﷺ گورے رنگ، پر ملاحت چہرے، موزوں ڈیل ڈول اور میانہ قد و قامت والے تھے۔ (صحیح مسلم: ۲۳۴۰)
- ۷: رسول اللہ ﷺ کا رنگ نہ تو چوڑے کی طرح خالص سفید تھا اور نہ گندمی کہ سناو لا نظر آئے بلکہ آپ کا رنگ گورا چمک دار تھا۔ (صحیح بخاری: ۳۵۴۷، صحیح مسلم: ۲۳۴۷)
- ۸: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج کی روشنی آپ کے رخ انور سے جھلک رہی ہے۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۲۷، دوسرا نسخہ: ۶۳۰۹، سندہ صحیح علی شرط مسلم)
- ۹: آپ ﷺ کی آنکھیں سرگیں، دل پسند مسکراہٹ اور خوشنما گولائی والا چہرہ تھا۔ آپ کی داڑھی نے آپ کے سینے کو پر کر رکھا تھا۔ (شئال الترمذی: ۴۱۲، سندہ صحیح)
- ۱۰: آپ کے چچا ابوطالب فرماتے تھے:
- ”وَأَبْيَضَ يَسْتَسْقَى الْعَمَامُ بَوْجَهُ ثَمَالُ الْيَتَامَى عَصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ“
وہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیا کے ذریعے سے ابر رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست ہے۔
(صحیح بخاری: ۱۰۰۸، آئینہ جمال نبوت مطبوعہ دارالسلام ص ۳۲ ح ۳۲)
- ۱۱: آپ کی آنکھیں (خوبصورت) لمبی اور سرخی مائل (ڈوروں والی) تھیں۔
(صحیح مسلم: ۲۳۳۹، دارالسلام: ۶۰۷۰)
- ۱۲: اہل ایمان کے نزدیک سب چہروں سے محبوب رسول اللہ ﷺ کا چہرہ ہے۔
(صحیح البخاری: ۴۳۷۲)

حافظ زبیر علی زئی

لباس کا بیان

حدیث: ۱۰

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ:

((لا يصلي أحدكم في الثوب الواحد ليس على عاتقيه شيء))

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے، کہ اس کے کندھے پر کپڑے کا کوئی

حصہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری: ۵۲۱ ج ۳۵۹، صحیح مسلم: ۱۹۸ ج ۵۱۶)

فوائد:

- ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کندھے ڈھانپنا فرض ہے۔
- ② بعض لوگ نماز میں مردوں پر سر ڈھانپنا بھی لازمی قرار دیتے ہیں لیکن اس کی شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ شامی الترمذی (ص ۱۷۱) نے نسخنا ص ۴ حدیث: (۳۳، ۱۲۵) کی روایت جس میں: ”یکثر القناع“ ”یعنی رسول اکرم ﷺ اکثر اوقات اپنے سر مبارک پر کپڑا رکھتے تھے“ آیا ہے وہ یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے، یزید پر جرح کے لیے تہذیب التہذیب (ج ۱ ص ۲۷۰) وغیرہ دیکھیں، امام نسائی نے فرمایا: ”متروک بصری“ (کتاب الضعفاء: ۶۴۲) حافظ بیہقی نے کہا: ”ویزید الرقاشی ضعفہ الجمهور“ اور یزید الرقاشی کو جمهور نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۶/۲۲۶)
- تقریب التہذیب (۶۸۳) میں لکھا ہوا ہے ”زاهد ضعیف“
- دیوبندیوں اور بریلویوں کی معتبر و مستند کتاب ”در مختار“ میں لکھا ہوا ہے کہ جو شخص عاجزی کے لیے ننگے سر نماز پڑھے تو ایسا کرنا جائز ہے۔ (الدر المختار مع رد المحتار ۴/۴۷۷)
- اب دیوبندی فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

”سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص ننگے سر اس نیت سے نماز پڑھے کہ عاجزانہ درگاہ خدا میں حاضر ہو تو کچھ حرج نہیں۔ جواب: یہ تو کتب فتنہ میں بھی لکھا ہے کہ بہ نیت مذکورہ ننگے سر نماز پڑھنے میں کراہت نہیں ہے۔“ (فتاویٰ دارالعلوم، دیوبند ۹۴/۴)

احمد رضا خان بریلوی صاحب نے لکھا ہے:

”اگر بہ نیت عاجزی ننگے سر پڑھتے ہیں تو کوئی حرج نہیں“ (احکام شریعت حصہ اول ص ۱۳۰)

بعض مساجد میں نماز کے دوران میں سر ڈھانپنے کو بہت اہمیت دی جاتی ہے، اس لئے انھوں نے ننگوں سے بنی ہوئی ٹوپیاں رکھی ہوتی ہیں، ایسی ٹوپیاں نہیں پہننی چاہئیں، کیونکہ وہ عزت اور وقار کے منافی ہیں کیا کوئی ذی شعور انسان ایسی ٹوپی پہن کر کسی پروقاہ مجلس وغیرہ میں جاتا ہے؟ یقیناً نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری دیتے وقت تو لباس کو خصوصی اہمیت دینی چاہئے۔

اس کے علاوہ سر ڈھانپنا اگر سنت ہے اور اس کے بغیر نماز میں نقص رہتا ہے تو پھر داڑھی رکھنا تو اس سے بھی زیادہ ضروری بلکہ فرض ہے کیا رسول اللہ ﷺ نے داڑھی کے بغیر کوئی نماز پڑھی ہے؟ اللہ تعالیٰ فہم دین اور اتباع سنت کی توفیق عطا فرمائے۔

تنبیہ: راقم الحروف کی تحقیق میں، ضرورت کے وقت ننگے سر مرد کی نماز جائز ہے لیکن بہتر و افضل یہی ہے کہ سر پر ٹوپی، عمامہ یا رومال ہو۔

نافع تابعی کو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے ہیں تو انھوں نے فرمایا: ”کیا میں نے تمہیں دو کپڑے نہیں دیئے؟... کیا میں تمہیں اس حالت میں باہر بھیجوں تو چلے جاؤ گے؟“ نافع نے کہا: نہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا اللہ اس کا زیادہ مستحق نہیں ہے کہ اس کے سامنے زینت اختیار کی جائے یا انسان اس کے زیادہ مستحق ہیں؟ پھر انھوں نے نافع کو ایک حدیث سنائی جس سے دو کپڑوں میں نماز پڑھنے کا حکم ثابت ہوتا ہے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ملخصاً ۲/۲۳۶ و سندہ صحیح)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت

”سيدة نساء العالمين في زمانها، البضعة النبوية والجهة المصطفوية

... بنت سيد الخلق رسول الله ﷺ ... وأم الحسنين“

اپنے زمانے میں دنیا کی ساری عورتوں کی سردار، نبی ﷺ کا جگر گوشہ اور

نسبت مصطفائی... سید الخلق رسول اللہ ﷺ کی بیٹی... اور حسنین کی والدہ“

(سیر اعلام النبلاء ۱۱۸/۲، ۱۱۹)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا پیغام بھیجا تو رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا: ((فاطمة بضعة مني، فمن أغضبها أغضبني)) فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، جس

نے اُسے ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا۔ (صحیح بخاری: ۳۷۱۳، ۳۷۱۴، ۳۷۱۵، صحیح مسلم: ۲۴۴۹)

ایک روایت میں ہے ((يؤ ذنبي ما آذاها)) وہ چیز مجھے تکلیف دیتی ہے جس سے

اُسے تکلیف پہنچتی ہے۔ (صحیح بخاری: ۵۲۳۰، صحیح مسلم: ۲۴۴۹، دار السلام: ۶۳۰۷)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ((أما ترضين أن تكوني

سيدة نساء أهل الجنة أو نساء المؤمنين؟)) کیا تم اہل جنت یا مومنوں کی عورتوں

کی سردار ہونے پر راضی نہیں؟ تو وہ (خوشی سے) ہنس پڑیں۔ (صحیح بخاری: ۳۶۲۳، صحیح مسلم: ۲۴۵۰)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) اس طرح چلتی ہوئی آئیں گویا کہ

نبی ﷺ چل رہے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا: ((مرحبًا يا ابنتي)) خوش آمدید اے میری

بچی! پھر آپ نے انھیں اپنی دائیں یا بائیں طرف بٹھالیا۔ (صحیح بخاری: ۳۶۲۳، صحیح مسلم: ۲۴۵۰)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی عادات و اطوار، آپ کے

اٹھنے بیٹھنے کی پروتار کیفیت اور سیرت میں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا، جب وہ

نبی ﷺ کے پاس تشریف لاتیں تو آپ اُن کے لئے کھڑے ہو جاتے پھر اُن کا بوسہ

ماہنامہ ”الحدیث“ حضور ﷺ
شمارہ: 31

53

لے کر اپنی جگہ بٹھاتے تھے اور جب نبی ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتی تھیں۔

(سنن الترمذی: ۳۸۷۲ وسندہ حسن، وقال الترمذی: هذا حديث حسن غریب)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خوش خبری دی تھی کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں سوائے مریم بنت عمران کے۔ (الترمذی: ۳۸۷۳ وسندہ حسن)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، پھر آپ عشاء تک (نفل) نماز پڑھتے رہے، پھر جب فارغ ہو کر چلے تو میں (بھی) آپ کے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سن کر فرمایا: یہ کون ہے؟ حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: ((ما حاجتك غفر الله لك ولأهلك)) تجھے کیا ضرورت ہے؟ اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخش دے۔ (پھر) آپ نے فرمایا: ((إن هذا ملك لم ينزل الأرض قط قبل هذه الليلة استأذن ربه أن يسلم عليّ و يبشرني بأن فاطمة سيدة نساء أهل الجنة وأن الحسن والحسين سيدا شباب أهل الجنة)) یہ فرشتہ اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اُترا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے کی اجازت مانگی اور یہ (فرشتہ) مجھے خوش خبری دیتا ہے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن و حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(سنن الترمذی: ۳۷۸۱ وسندہ حسن، وقال الترمذی: حسن غریب، وصححه ابن خزيمة: ۱۱۹۴ و ابن حبان: ۲۲۲۹ والذہبی فی تلخیص المسند رک ۳/۳۸۱)

تنبیہ: اس فرشتے کا نام معلوم نہیں ہے۔ ماہنامہ الحدیث: (۲۶ ص ۶۳) میں بریکٹوں کے درمیان ”(جبریل علیہ السلام)“ چھپ گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ، سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور (اپنی چادر کے نیچے داخل کر کے) فرمایا: اے اللہ یہ میرے اہل (اہل بیت) ہیں۔

(صحیح مسلم: ۳۳۰۴/۳۳۰۴ وماہنامہ الحدیث: ۲۶ ص ۶۲)

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذي نفسي بيده! لا يبغيضنا أهل البيت رجل إلا أدخله الله النار))

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ہم اہل بیت سے جو آدمی بھی بغض رکھے گا تو اللہ تعالیٰ ضرور اسے (جہنم کی) آگ میں داخل کرے گا۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان: ۶۹۳۹ دوسرا نسخہ: ۶۹۷۸، الموارد: ۲۲۳۶ وسندہ حسن، صحیح الحاكم علی شرط مسلم ۱۵۰/۳ ح ۲۷۱، وانظر سير اعلام النبلاء ۱۲۳/۲)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جنتی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم اور مریم بنت عمران ہیں۔

(مسند احمد ۲۹۳/۱ وسندہ صحیح، ماہنامہ الحدیث: ۳۰ ص ۶۳)

نبی کریم ﷺ نے مرض الموت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر راز کی ایک بات بتائی تو وہ رونے لگیں پھر دوسری بات بتائی تو وہ ہنسنے لگیں۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ نے مجھے بتایا: ”میں اس بیماری میں فوت ہو جاؤں گا“ تو میں رونے لگی پھر آپ نے مجھے بتایا کہ اہل بیت میں سب سے پہلے (وفات پا کر) میں آپ سے جا ملوں گی تو میں ہنسنے لگی۔

(صحیح بخاری: ۳۷۱۵، ۳۷۱۶ و صحیح مسلم: ۲۴۵۰)

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد تقریباً بیس سال کی عمر (۱۱ ہجری) میں فوت ہوئیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۸۶۵۰)

تنبیہ (۱): جس روایت میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وفات سے پہلے غسل وفات کیا تھا، ضعیف و منکر روایت ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۸ ص ۱۵، ۱۴

تنبیہ (۲): بعض گمراہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ”سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا سبب یہ ہے کہ (سیدنا) عمر (رضی اللہ عنہ) نے انھیں دھکا دیا تھا۔“ یہ بالکل بے اصل، من گھڑت اور موضوع قصہ ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دل آل بیت، تمام صحابہ کرام، خلفائے راشدین، سیدنا حسن، سیدنا حسین رضی اللہ عنہم اجمعین اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی محبت سے بھر دے۔ آمین

فہرست مضامین ماہنامہ ”الحديث“ 2006ء ماہنامہ الحديث نمبر 20 (جنوری)

صفحہ	تحریر	مضمون
قبل ص ۱	حافظ زبیر علی زئی	ہدیۃ المسلمین / وضو کا طریقہ
۲	فضل اکبر کاشمیری	کلمۃ الحديث / ذلک یوم التغابن
۳	حافظ زبیر علی زئی	فقہ الحديث / ایمان کے مضبوط ترین درجے (ح ۳۲ تا ۳۵)
۹	مولانا شمس الدین افغانی	[سات آدمی اور اللہ کی عبادت]
۱۰	حافظ زبیر علی زئی	توضیح الاحکام / من گھڑت روایتیں، وضو کے بعد اعضائے وضو پونچھنا، غسل کے بعد جسم پونچھنا، من کثرت مولانا فعلی مولانا، مؤذن کی غلطی اور روزے کی قضا، شہادت حسین اور بعض شبہات کا ازالہ
۲۳	فضل اکبر کاشمیری	[ہر تحریر کا آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کرنا چاہئے]
۲۴	مولانا ارشاد الحق اثری	مشاجرات صحابہ اور سلف کا موقف
۲۷	عبدالحسن العبادہ حافظ زبیر علی زئی	اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام
۴۱	تنویر حسین شاہ ہزاروی	[شذرات الذہب / عطاء بن ابی رباح]
۴۲	عمرو بن عبدالمعتم / حافظ زبیر علی زئی	وضو اور اس کے اذکار
۴۶	تنویر حسین شاہ ہزاروی	[شذرات الذہب / حکم بن عتیبہ، ابن خزیمہ]
۴۷	حافظ شیر محمد	سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے محبت
۴۹	حافظ ندیم ظہیر	احسن الحديث / بغاوت کا انجام

ماہنامہ الحديث نمبر 21 (فروری)

قبل ص ۱	حافظ ندیم ظہیر	احسن الحديث / دنیا یا آخرت
۲	فضل اکبر کاشمیری	کلمۃ الحديث / نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

ماہنامہ ”الحدیث حضور“ 56 شمارہ: 31

- ۳ فقہ الحدیث کلمہ طیبہ اور اعمال صالحہ (ج ۳۶ تا ۳۹) حافظ زبیر علی زئی
- ۷ [محرم کے مسائل] ابو معاذ
- ۸ توضیح الاحکام حسین بن منصور الحلاج، اعتکاف کے بعض مسائل، زلزلہ اور لوگوں کے گناہ حافظ زبیر علی زئی
- ۱۸ اثبات التعديل في توثيق مؤمل بن اسماعيل حافظ زبیر علی زئی
- ۲۶ [اعلان رجوع عبداللہ بن وہب کی تدلیس] حافظ زبیر علی زئی
- ۲۶ [میزان حق رسفیان بن عیینہ کا قول] فضل اکبر کاشمیری
- ۲۷ ان تازہ خداؤں میں سب سے بڑا حزیبت ہے فضل اکبر کاشمیری
- ۲۹ مشرکین مکہ اور منکرین عذاب القبر کے عقیدہ میں مماثلت ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی
- ۳۵ محدث ہرات: امام عثمان بن سعید الدارمی حافظ زبیر علی زئی
- ۴۱ غیر ثابت قصے رسید نامعاذیؓ اور اجتہاد ابو الاسجد محمد صدیق رضا
- ۴۴ [وتر کے بعد ایسی دعا جس کا پڑھنا چھوڑ دیا گیا] ابو الریان نعیم الرحمن
- ۴۵ مولوی نذیر سری لنکی اور جماعت المسلمین رجسٹرڈ کا مباہلہ ڈاکٹر عبداللہ دامانوی
- ۴۷ سیدنا زبیر بن العوامؓ سے محبت حافظ شیر محمد
- ۴۹ ہدیۃ المسلمین (۳) کانوں کا مسح حافظ زبیر علی زئی

ماہنامہ الحدیث نمبر 22 (مارچ)

- قبل ص ۱ کلمۃ الحدیث روشنی کی راہ.... علم فضل اکبر کاشمیری
- ۲ احسن الحدیث نہ نکلے تم یوں عیاں ہو کر حافظ ندیم ظہیر
- ۳ [کمپوزنگ کی غلطیاں] ادارہ الحدیث حضور
- ۴ فقہ الحدیث ایمان کے اعلیٰ درجے حافظ زبیر علی زئی
- ۶ فضائل اعمال ضیاء الدین المقدسی حافظ ندیم ظہیر
- ۹ توضیح الاحکام نماز میں بچھو کا ڈسنا، طفیل بن عمرو حافظ زبیر علی زئی

الدوسی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ، کوڑا کرکٹ پھینکنے والی عورت کا قصہ، گٹھری والی عورت کا قصہ، سیدنا ابولیس القرنی کا قصہ،
طاہر القادری صاحب کا ایک حوالہ، ایک طویل حدیث کی تحقیق

- | | | |
|----|------------------------------------|---|
| ۱۶ | ابوزید الدبوسی / الطاف الرحمن جوہر | تقلید پرستوں کے لئے نصیحت نامہ |
| ۱۷ | حافظ زبیر علی زئی | نصر الرب فی توثیق سماک بن حرب |
| ۲۴ | ابوالاجد محمد صدیق رضا | غیر ثابت قصے رسیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا قصہ |
| ۲۸ | ڈاکٹر ابوجابر عبداللہ دامانوی | بے اختیار غلیفہ کی حقیقت |
| ۵۴ | ابوالریان نعیم الرحمن | [گھر میں مسواک کرتے ہوئے داخل ہونا] |
| ۵۵ | حافظ زبیر علی زئی | انور اکاڑوی صاحب کے جواب میں (۱) |
| ۶۰ | ابوالریان نعیم الرحمن | قیل اللیل کے لئے بیدار ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر |
| ۶۱ | حافظ زبیر علی زئی | ہدیۃ المسلمین (۴) وضو میں جرابوں پر مسح |
| ۶۲ | حافظ طارق مجاہد یزمانی | [حقیقی اور سچی عزت، لافضل عربی ...] |
| ۶۳ | حافظ شیر محمد | سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے محبت |
| ۶۵ | فضل اکبر کاشمیری | مکارم الاخلاق |

ماہنامہ الحدیث نمبر 23 (اپریل)

- | | | |
|-------|------------------------|---|
| قبل ص | فضل اکبر کاشمیری | کلمۃ الحدیث ترغیب و ترہیب میں ضعیف روایات |
| ۲ | حافظ ندیم ظہیر | احسن الحدیث، اہم صفات کا ذکر اور ان کا عظیم اجر |
| ۵ | حافظ زبیر علی زئی | فقہ الحدیث اعمال صالحہ کی مہلت: موت تک (۴۴ تا ۴۱) |
| ۸ | حافظ طارق مجاہد یزمانی | [امت اجابت اور تین کام] |
| ۹ | حافظ زبیر علی زئی | صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے اور ان کا جواب (۱) |
| ۲۱ | فضل اکبر کاشمیری | [وضو کے دوران میں منہ اور ناک میں علیحدہ علیحدہ پانی ڈالنا] |
| ۲۲ | حافظ زبیر علی زئی | حدیث نور اور مصنف عبدالرزاق: ایک نئی دریافت کا جائزہ |
| ۲۶ | حافظ زبیر علی زئی | توضیح الاحکام امام ابن تیمیہ اور تقلید فرض نمازیں اور ان کی |

رکعات، سفر میں نماز قصر کا مسئلہ، ہر صدی میں مجدد والی حدیث

- انور اوکاڑوی کے جواب میں (۲) حافظ زبیر علی زئی ۳۶
- [کمپوزنگ کی غلطیاں] حافظ شیر محمد ۴۷
- امین اوکاڑوی کا داماد حافظ ندیم ظہیر ۴۸
- طاہر القادری صاحب اور رفع یدین کا مسئلہ حافظ زبیر علی زئی ۴۹
- [اعلان نور العینین] حافظ زبیر علی زئی ۵۸
- فضائل اعمال حافظ ندیم ظہیر ۵۹
- سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے محبت حافظ شیر محمد ۶۱
- [السلسلۃ الضعیفہ کی آخری حدیث] فضل اکبر کاشمیری ۶۳
- مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری مولانا ارشاد الحق اثری ۶۴
- ہدیۃ المسلمین (۵) اول وقت نماز کی فضیلت حافظ زبیر علی زئی ۶۵

ماہنامہ الحديث نمبر 24 (مئی)

- احسن الحديث / سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا مقام حافظ ندیم ظہیر قبل ص ۱
- کلمۃ الحديث / حدیث وحی ہے فضل اکبر کاشمیری ۲
- فقہ الحديث / نیکی اور گناہ (ح ۴۵ تا ۴۸) حافظ زبیر علی زئی ۳
- فضائل اعمال ضیاء الدین المقدسی / حافظ ندیم ظہیر ۷
- (صحیح بخاری پر منکرین حدیث کے حملے اور ان کا جواب: ۲) حافظ زبیر علی زئی ۱۱
- صحیح بخاری کی چند احادیث
- [شذرات الذہب: تبلیغی پروگرام کا افتتاح قرآن کی تلاوت سے] ابو معاذ ۲۹
- غیر ثابت قصے / سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے دخول جنت کا قصہ، ابوالا سجد محمد صدیق رضا ۳۰
- سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قصہ، خالد بن عبداللہ القسری اور جعد بن درہم، سیدنا ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا قصہ
- توضیح الاحکام / حالت خطبہ میں دو رکعت نماز، جرتج راہب حافظ زبیر علی زئی ۴۱

ماہنامہ ”الحديث“ حضور ﷺ
شمارہ 31

۴۸	ابومعاذ	[شذرات الذہب / سنت (احادیث) پر عمل اور جنت]
۴۹	ابوالاسجد محمد صدیق رضا	ترک رفع یدین اور تفسیر ابن عباس
۶۲	حافظ شیر محمد	سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے محبت
۶۵	حافظ زبیر علی زئی	ہدیۃ المسلمین (۶) نمازِ ظہر کا وقت

ماہنامہ الحديث نمبر 25 (جون)

قبل ص ۱	فضل اکبر کاشمیری	احسن الحديث / احسن الحديث کی تاثیر
۲	فضل اکبر کاشمیری	کلمۃ الحديث / روا لا تفرقوا
۵	حافظ زبیر علی زئی	فقہ الحديث: کبیرہ گناہ اور نفاق کی علامتیں
۱۰	ابومعاذ	[شذرات الذہب / رسول اللہ ﷺ کی حدیث کا احترام]
۱۱	ابوالاسجد محمد صدیق رضا	غیر ثابت قصے / سیدنا العلماء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اور بحرین، ابوالاسجد محمد صدیق رضا
		نبی کریم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری، امام بخاری کا امتحان
۱۵	حافظ زبیر علی زئی	امام احمد بن حنبل کا مقام محمد ثین کرام کی نظر میں (۱)
۴۳	حافظ زبیر علی زئی	[شذرات الذہب / اصول حدیث کی بعض اصطلاحات]
۴۴	حافظ زبیر علی زئی	توضیح الاحکام / مروجہ جماعتوں اور بیعت کی حیثیت، طلع البدر
		علینا، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی
۴۸	نصیر احمد کاشف	قرآنی دعائیں (۱)
۶۰	حافظ زبیر علی زئی	الجزء المفقود کا جعلی نسخہ اور انٹرنیٹ پر اس کا رد
۶۲	ابومعاذ	[شذرات الذہب / نبی ﷺ کی حدیث کا دفاع]
۶۳	حافظ شیر محمد	سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے محبت
۶۵	حافظ زبیر علی زئی	ہدیۃ المسلمین (۷) نمازِ عصر کا وقت

ماہنامہ الحدیث نمبر 26 (جولائی)

۱	حسن الحدیث / شرک ظلم عظیم ہے	حافظ طارق مجاہد بزمانی	قبل ص
۲	کلمۃ الحدیث / ہدایت کا راستہ	حافظ زبیر علی زئی	۲
۳	فقہ الحدیث / درس آسمانی احکام اور ایمان کا خروج (ح ۵۸ تا ۶۲)	حافظ زبیر علی زئی	۳
۸	[شذرات الذہب / حدیث رسول ﷺ اور لوگوں کے اقوال]	حافظ طارق مجاہد بزمانی	۸
۹	صف بندی اور ”صف دری“	محمد زبیر صادق آبادی	۹
۱۲	[جھوٹے قصے / خساء کا قصہ، طارق بن زیاد اور کشتیاں جلانا]	حافظ زبیر علی زئی	۱۲
۱۳	امام احمد بن حنبل کا مقام محدثین کی نظر میں (۲)	حافظ زبیر علی زئی	۱۳
۳۰	اتباع اور تقلید میں فرق	ابوالاسجد محمد صدیق رضا	۳۰
۳۳	صحیحین کی دعائیں (۲)	نصیر احمد کاشف	۳۳
۴۷	[قرآن مجید]	عبدالحسن العباد / حافظ زبیر علی زئی	۴۷
۴۸	توضیح الاحکام / کلامی لائٹنگ کلام اللہ، امام شافعی اور	حافظ زبیر علی زئی	۴۸
	امام ابو حنیفہ کی قبر، بیماری کا علاج دم اور اذکار سے		
۵۱	وضو اور اس کی بدعات	عمرو بن عبدالمعتم / حافظ زبیر علی زئی	۵۱
۶۱	[الکاسب حبیب اللہ]	ابومعاذ	۶۱
۶۲	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت	حافظ شیر محمد	۶۲
۶۵	نماز جنازہ کے بعض مسائل	ابوثاقب محمد صفدر حضروی	۶۵

ماہنامہ الحدیث نمبر 27 (اگست)

۱	کلمۃ الحدیث / احساس زیاں جاتا رہا	فضل اکبر کاشمیری	قبل ص
۲	حسن الحدیث / خاتم النبیین	حافظ ندیم ظہیر	۲
۴	فقہ الحدیث / شیطانی وسوسے اور ان کا علاج (ح ۶۳ تا ۶۶)	حافظ زبیر علی زئی	۴

ماہنامہ ”الحدیث“ حضور ﷺ
61
شمارہ: 31

- فضائل اعمال حافظ ندیم ظہیر ۶
توضیح الاحکام رکلمہ طیبہ پڑھنے والی ایک ہر نی کا قصہ، حافظ زبیر علی زئی ۹
عرفات اور خضر علیہ السلام، کیا امام ابو حنیفہ فارسی تھے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا شخص، من تعلق شینا
وکل الیہ کی تحقیق، اندلایستغاث بی، امام معمر اور ان کا بھتیجا، پہلا سمندری جہاد اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ،
غسل جنابت میں سر کا مسح
حبیب اللہ ڈیروی صاحب اور ان کا طریقہ استدلال حافظ زبیر علی زئی ۲۰
[صراط مستقیم کیا ہے؟] حافظ رضوان فاروقی ۳۱
غیر ثابت قصے ابوالاحمد محمد صدیق رضا ۳۲
[ایمان کا تقاضا] حافظ عبدالوحید سلفی ۴۱
بالوں کے احکام ابن بشیر الحسینی ۴۲
[اعلان] حافظ زبیر علی زئی ۶۰
موضوع اور من گھڑت کتابیں حافظ زبیر علی زئی ۶۱
سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت (۲) حافظ شیر محمد ۶۲
مولانا محمد فاخر الہ آبادی مولانا ارشاد الحق اثری ۶۵

ماہنامہ الحدیث نمبر 28 (ستمبر)

- احسن الحدیث/ ذکر الہی حافظ ندیم ظہیر قبل ص ۱
کلمۃ الحدیث رذرا سنبھل کے رہنا... کہ حافظ ندیم ظہیر ۲
فقہ الحدیث شیطان اور بعض امتیوں کا شرک (ح ۶۷ تا ۷۲) حافظ زبیر علی زئی ۴
فضائل اعمال ضیاء الدین المقدسی حافظ ندیم ظہیر ۹
[حاصل مطالعہ] ۱۱
توضیح الاحکام رقبہ میں نماز اور ثابت البنانی، حافظ زبیر علی زئی ۱۲
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور غسل وفات، خبر واحد کے ساتھ قرآن مجید کی تخصیص، صحیح بخاری اور ضعیف احادیث،

ماہنامہ ”الحدیث حضور“ ۱۵ شمارہ: 31

- کشف کی حقیقت، امام احمد کی کتاب الصلوٰۃ، وحید الزمان حیدر آبادی، صحیح بخاری اور سفیان ثوری، حدیث کو قرآن پر پیش کرنے والی حدیث موضوع ہے
- ۲۱ [ایک وضاحت بسلسلہ بالوں کے احکام]
- ۲۲ امین اوکاڑوی کے پچاس جھوٹ حافظ زبیر علی زئی
- ۴۳ غیر ثابت قصے رغار میں مکڑی اور کبوتر... ابو الاعد محمد صدیق رضا
- ۵۲ شہادت حسین اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ حافظ زبیر علی زئی
- ۶۰ ہدیۃ المسلمین (۸) نماز فجر کا وقت حافظ زبیر علی زئی
- ۶۲ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے محبت حافظ شیر محمد
- ۶۵ مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ

ماہنامہ الحدیث نمبر 29 (اکتوبر)

- ۱ قبل حسن الحدیث / سراج منیر حافظ ندیم ظہیر
- ۲ کلمۃ الحدیث / ماہ رمضان اور ہم حافظ ندیم ظہیر
- ۷ فقہ الحدیث ردلوں میں وسوسے اور ان کا حل (ح ۷۳ تا ۷۵) حافظ زبیر علی زئی
- ۱۱ رحمت للعالمین فضل اکبر کاشمیری
- ۱۳ توضیح الاحکام کیا اہل حدیث نام صحیح ہے حافظ زبیر علی زئی
- ۲۱ اہل حدیث ایک صفاتی نام اور اجماع حافظ زبیر علی زئی
- ۳۴ غیر ثابت قصے ابو الاعد محمد صدیق رضا
- ۴۶ [کھانا کھانے کے بعد کی دعا] حافظ شیر محمد
- ۴۷ آٹھ رکعات تراویح اور غیر اہل حدیث علماء حافظ زبیر علی زئی
- ۵۱ صف بندی کے مسائل ابن بشیر الحسینی
- ۵۸ ہدیۃ المسلمین (۹) اذان و اقامت کا مسنون طریقہ حافظ زبیر علی زئی
- ۶۰ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت حافظ شیر محمد

ماہنامہ ”الحديث“ حضور ﷺ
شمارہ: 31

مولانا ابوالسلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ ۶۵

ماہنامہ الحديث نمبر 30 (نومبر)

۱	حافظ ندیم ظہیر	حسن الحديث / ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے
۲	حافظ ندیم ظہیر	کلمۃ الحديث / خطباء کی خدمت میں
۵	حافظ زبیر علی زئی	فقہ الحديث / شیطانی وسوسوں کا علاج (ج ۶ تا ۷)
۷	ضیاء الدین المقدسی / حافظ ندیم ظہیر	فضائل اعمال
۱۱	حافظ زبیر علی زئی	[صحابہ سے محبت دین و ایمان ہے]
۱۲	حافظ زبیر علی زئی	توضیح الاحکام / مدرک رکوع کی رکعت کا حکم
۱۸	ابوالاسجد محمد صدیق رضا	غیر ثابت قصے
۳۰	حافظ زبیر علی زئی	آثار صحابہ اور آلِ تقلید
۴۳	حافظ زبیر علی زئی	غیر مسلم کی وراثت اور فرقہ مسعودیہ
۴۷	حافظ زبیر علی زئی	آلِ تقلید کی تحریفات اور اکاذیب
۵۵	حافظ زبیر علی زئی	اسلام غالب ہوگا اور مغلوب نہیں ہوگا
۶۳	حافظ شیر محمد	اُم المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا سے محبت
۶۵	حافظ طارق مجاہدیز مانی	مولانا فاروق اصغر صام رحمہ اللہ

ماہنامہ الحديث نمبر 31 (دسمبر)

۱	حافظ ندیم ظہیر	حسن الحديث /
۲	حافظ ندیم ظہیر	کلمۃ الحديث /
۴	حافظ زبیر علی زئی	فقہ الحديث / تقدیر پر ایمان (ج ۷)
۲۳	حافظ ندیم ظہیر	فضائل اعمال
۲۶	حافظ زبیر علی زئی	توضیح الاحکام / کیا ابوالغادیہ رضی اللہ عنہ دوزخی تھے؟

۲۸	ابو ثاقب محمد صفدر حضروی	[سلفی]
۲۹	ابوالاسجد محمد صدیق رضا	غیر ثابت قصے
۳۳	حافظ طارق مجاہد یزمانی	نماز میں رفع یدین اور مدینہ منورہ کی کتاب
۳۴	ابن بشیر الحسینی	چہرے کے احکام
۵۰	حافظ زبیر علی زئی	ہدیۃ المسلمین (۱۰) لباس کا بیان
۵۲	حافظ شیر محمد	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محبت
۵۵	فضل اکبر کاشمیری	فہرست مضامین ماہنامہ ”الحدیث“ 2006ء

حافظ زبیر علی زئی کی مطبوعہ کتابیں

- ۱: نور العینین فی اثبات مسئلہ رفع الیدین
- ۲: ہدیۃ المسلمین (نماز سے متعلقہ چالیس حدیثیں)
- ۳: شرح حدیث جبریل
- ۴: حاجی کے شب و روز
- ۵: دین میں تقلید کا مسئلہ
- ۶: جزء رفع الیدین للبخاری (ترجمہ و تحقیق)
- ۷: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ
- ۸: مختصر صحیح نماز نبوی (وضو، نماز اور نماز جنازہ کا طریقہ)
- ۹: نصر الباری فی ترجمہ و تحقیق جزء القراءة للبخاری (طبع دوم)
- ۱۰: امین اوکاڑوی کا تعاقب (طبع دوم)
- ۱۱: بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم
- ۱۲: تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری (عربی)

یہ تمام کتابیں مکتبہ اسلامیہ سے دستیاب ہیں۔
مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور۔ امین پورہ بازار فیصل آباد

مباشرت سے قبل طلاق

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ
فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا فَمَتَّعُوهُنَّ وَسِرَّ حَوْهُنَّ سِرًّا جَمِيلًا﴾
اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر انھیں چھونے سے قبل طلاق
دے دو تو تمھارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورا ہونے کا تم مطالبہ کر سکو لہذا
(اسی وقت) انھیں کچھ دے دلا کر بھلے طریقے سے رخصت کر دو۔ (الاحزاب: ۴۹)

فقہ القرآن

اس آیت میں مسائل طلاق میں سے ایک مسئلے کا بیان ہے اور اسی مسئلے کے چند پہلو درج ذیل ہیں:

☆ امام بخاری رحمہ اللہ مذکورہ آیت سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”لا طلاق قبل النکاح“ نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہے۔ (صحیح بخاری بعد ج ۵۲۶۸)

☆ مباشرت سے قبل طلاق دینا جائز ہے۔

☆ اگر ہمبستری سے پہلے طلاق دے دی جائے تو عورت پر کوئی عدت نہیں ہے۔ عورت

کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ طلاق کے فوراً بعد جس سے چاہے نکاح کر لے۔

☆ اگر مباشرت سے پہلے طلاق دی ہے اور حق مہر بھی مقرر تھا تو اس میں سے نصف کی

ادائیگی ضروری ہے۔ دیکھئے سورۃ البقرۃ: ۲۳۷

”بھلے طریقے سے رخصت کر دو“ سے مراد یہ ہے کہ انھیں کسی قسم کی تکلیف واذیت دینے

سے احتراز کیا جائے۔ سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیمہ

بنت شراحیل سے نکاح کیا تھا پھر جب وہ آپ کے ہاں لائی گئی تو آپ نے اس کی طرف

ہاتھ بڑھایا جسے اس نے ناپسند کیا۔ اس لئے آپ ﷺ نے ابو اسید سے فرمایا: اس کا سامان

تیار کر دو اور رازقیہ (ٹسر/کچے ریشم) کے دو کپڑے اسے پہننے کے لئے دے دو۔ (بخاری: ۵۲۵۶)

فضل اکبر کاشمیری مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب: ابو الطیب محمد شمس الحق بن امیر علی بن مقصود علی بن غلام حیدر بن ہدایت اللہ بن محمد زاہد بن نور محمد بن علاء الدین ڈیانوی عظیم آبادی

ولادت: ۲۷ ذوالقعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۵۷ء عظیم آباد۔ ڈیانہ، ہندوستان
اساتذہ: قاضی بشیر الدین قنوجی، سید نذیر حسین دہلوی، شیخ حسین بن محسن السبعی الانصاری
الیمینی اور خیر الدین ابوالبرکات نعمان بن محمود آلوسی وغیرہم
تدریس: ۱۳۰۳ھ کے بعد آپ نے اپنے علاقے میں وفات تک تدریس، خطابت اور
افتاء کی ذمہ داری سنبھالی۔

تلامذہ: ابو القاسم سیف بناری، ابو سعید شرف الدین الدہلوی، فضل اللہ المدراسی اور
عبد الحمید سوہدروی وغیرہم

تصانیف: اعلام اہل العصر باحکام رکعتی الفجر، التحقیقات العللی باثبات فرضیۃ الجمعیۃ
فی القرئی، التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی، رفع الالتباس عن بعض الناس، عقود الجمان فی جواز
تعلیم الکتبۃ للنسوان (فارسی) عون المعبود علی سنن ابی داود، غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داود
(نامکمل) الوجازہ فی الاجازہ اور غنیۃ الامعی وغیرہ

دیگر علمی خدمات: سنن دارقطنی کی طباعت، خلق افعال العباد للبخاری، اور کتاب العرش
والعلوم للذہبی کی طباعت میں تعاون اور فتاویٰ وغیرہ

علمی مقام: آپ کی توثیق و تعریف پر اتفاق ہے۔ آپ کے شیخ قاضی حسین بن محسن الیمانی
(متوفی ۱۳۲۷ھ) نے آپ کے بارے میں کہا: ”شیخ الإسلام والمسلمین، إمام
المحققین والأئمة المدققین...“ (عون المعبود ۵۵۴/۴ و حیاۃ الحدیث شمس الحق و أعمالہ للشیخ المحقق
الصالح الثقف محمد عزیز شمس السنائی ص ۵۴ واللفظ) حکیم عبدالحی الحسنی نے کہا: ”الشیخ العالم الكبير
المحدث... أحد العلماء العاملين وعباد الله الصالحين“ (نزہۃ الخواطر ۱۹۴/۸)

وفات: ۱۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ بمطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۱ء رحمہ اللہ رحمة واسعة